بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنی آیات

در مدح

مولائے کائناتؑ

تالیف

الحاج ڈاکٹر سید رضا حسین نقوی رمزؔ

ریٹائرڈ سائکیٹرسٹ، نارتھ مانچسٹر

جنرل ہاسپٹل، انگلینڈ

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیۂ غفران مآبؒ، مولانا کلب حسین روڈ،

چوک، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳ (ہندوستان)

سلسلۂ اشاعت نورہدایت فاؤنڈیشن-۲۵

نام کتاب	:	قرآنی آیات درمدح مولائے کائناتؑ
تالیف	:	ڈاکٹر رضا حسین نقوی رمزؔ
ناشر	:	نورِہدایت فاؤنڈیشن، لکھنؤ
کمپوزنگ	:	آئیڈیل کمپیوٹرس پوائنٹ، لکھنؤ (9935025599)
سرورق	:	ایڈورٹائزرس انڈیا، گولہ گنج لکھنؤ
سنہ اشاعت	:	۱۳/رجب ۱۴۳۲ھ/۱۶/جون ۲۰۱۱ء
تعداد	:	ایک ہزار
مطبع	:	ایڈورٹائزرس انڈیا، گولہ گنج، لکھنؤ
ہدیہ	:	۶۰/روپئے

ملنے کے پتے

۱۔ نورِہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران مآبؒ، چوک، لکھنؤ-۳(یو۔پی۔)

فون: 0522-2252230 موبائل: 9335996808 — 9335276180

ای میل e-mail: noorehidayat@gmail.com, & noorehidayat@yahoo.com

۲۔ ڈاکٹر امانت حسین، سفینہ اپارٹمنٹ، نیپیر روڈ-۲، چوک، لکھنؤ-۳(یو۔پی۔)

موبائل: 09305507217, 09956667064

فہرست

سخن سنجیدہ می گویم، مضامیں چیدہ می گویم
کتب را دیدہ می گویم، چہ باک از طعنۂ اعدا

عبث در معنیٔ مَن کُنتُ مَولاٰ می روی ہر سو
علیؑ مولا بایں معنی کہ پیغمبرؐ بود مولا

زِ تفسیرِ کلام اللہ اگر پرسی شود ناطق
کہ سہ صد آیہ نازل شد بشانِ شوہرِ زہراؑ

مولانا شاہ سید علی حسن اشرفی حنفی احسنؔ جائسی
سجادہ نشین درگاہ عالیہ جائس

عرض نور

نورہدایت فاؤنڈیشن کی حق نواز ضیاپاشی میں یہ ۲۵ویں پیش کش **'قرآنی آیات در مدح مولائے کائنات'** بھی آپ کے مولائی ذوق کو نذر ہے۔اس کے فاضل وعالی نظر مولف ہیں ڈاکٹر سید رضا حسین نقوی صاحب رمزؔ جن کے رشحات قلم سے 'محکم آیات' اور 'صراط سکون' ہم اس سے پہلے ہدیۂ اہل ایمان کر چکے ہیں، اور ہمارے باذوق ناظرین، ان کی خاطر خواہ پذیرائی بھی کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر موصوف ایک ماہر نفسیات اور معالج امراض ذہنی (Psychologist) ہیں، ساتھ ہی نباض ادب، مجاہد نظر اور علم وقلم کے خوش فکر سورما بھی ہیں۔ اپنی اسی نباضی ادب اور مجاہدۂ نظر کے ذیل میں انہوں نے یہ رسالہ ترتیب دے کر ان محبان مولائے کائنات علیہ السلام کی آنکھیں کھول دی ہیں جواب تک کسی وجہ سے اس ایمان افزا موضوع سے بے خبر تھے یا بڑی بڑی تفسیروں کی چھان بین سے کسی سبب سے قاصر تھے یا قرآن مجید اور کل ایمان جناب امیر کے تعلق کو محض خطیبانہ نکتہ سے زیادہ اہمیت دینے کے قائل نہ تھے۔

ہمیں اپنے باذوق قدرداں ناظرین سے امید قوی ہے کہ ہماری سابقہ اشاعتوں کی طرح اس نئی پیش کش کو بھی ہاتھوں ہاتھ ہی نہیں بلکہ سرآنکھوں قبول فرمائیں گے۔ قرآن واہلبیت سے والہانہ وابستگی اور حُب حیدرؑ کی روحانی شیفتگی کا تقاضا بھی یہی ہے۔

ہمیں پوری امید ہے کہ آپ ہمیں دعاؤں سے نوازتے رہیں گے۔

ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم فاضل مولف کو عمر واقبال ونظر میں ترقی وکامرانی عطا فرمائے۔

خلوص آگیں
سید مصطفی حسین نقوی اسیفؔ جائسی

معاً کچھ

م۔ر۔عابد

انسانیت کے آخری مسیحا اور پروردگار کون و مکاں کے 'پہلے' اور آخری پیامی (Emissary) حضرت محمد مصطفیؐ نے زمانے کو دو چیزیں (متاع حیات) سونپی ہیں:-

ایک خاموش کتاب،	ایک بولتی تالیف
ایک لفظ و معنی کا زبانی مجموعہ	ایک احساسات وجذبات کا عصمتی (اعجازی) امتزاج
ایک تخلیق کار قلم کا فن پارہ	ایک فنکار 'کن' کا تخلیقی شہکار
ایک رضا کی مقدوری تخلیق	ایک رضا میں ڈھلے اختیار کی تالیف
ایک ختم نبوت کا زندہ ابدی معجزہ	ایک آپؐ کی تربیت کا جاودانی اعجاز
ایک علم وحکمت کی علامت	ایک دانشوری و دیدہ وری کا مثالی نشان
ایک لکھا ہوا نظری آئین	ایک چلتا پھرتا عملی نظیر
ایک خدا کے یہاں کی روح الامین کے واسطے سے پائی ہوئی امانت	ایک اس کے گھر سے ہاتھوں ہاتھ لائی ہوئی 'نعمت'
ایک بند مگر 'کتاب مبین'	ایک کھلا صحیفہ 'امام مبین'
ایک خالق لوح وقلم کی انشاء	ایک حسن خودبیں کے اظہار تمنا کا شریک مقصود ومنشا
ایک کارساز لفظ وبیاں کا کلام (پیام)	ایک لسان اللہ۔ مجسم پیغام
ایک 'لا رطب و لا یابس الا فی۔۔'	ایک 'کل شئی احصیناہ فی۔۔'

(ایک 'الا' کا حصار)	(ایک کل۔۔۔اور حصن کا حصار)
ایک وصیت (بعنوان مکتوبی)	ایک وصی (زندہ و پائندہ عنوان سے)
ایک آخری اور حتمی پیام رب	ایک پہلا رہبر ومولائے کائنات
ایک سمٹے تو نقطہ بنے	ایک وہی نقطہ اور اس نقطہ کو لامتناہی (Infinity) تک پھیلانے والا

ان دونوں کا رشتہ بھی صادق وامینؐ ہی نے بتایا ہے

عَلیٌ مَعَ الْقُرْآنِ وَ الْقُرْآنُ مَعَ الْعَلِی

سامراج کی دھند بلکہ اندھا دھند کی پلی، اندھی بہری (کی ہوئی) بے چاری تاریخ بھی 'علی مع القرآن' کی ان دیکھی نہ کر سکی۔ دور رسالت مآبؐ میں آپ کے بعد مستقل طور سے سماج کا نمایاں ترین اور نمودار ترین چہرہ اچانک بیک 'جنبش چشم' گوشہ گیر ہو جاتا ہے، تو آخر کیوں؟ ساری دنیا کی آنکھوں میں کھٹکنے والے اس بڑے سوال کا ایک چھوٹا جواب کہیں بعد میں سامنے آتا ہے: صرف قرآن مجید کو جمع کرنے کو! یہ اس چہرہ کا قرآن کے ساتھ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے عام خطبوں اور خاص خطابوں اور پرائیویٹ بات چیت میں ہر جگہ نہ صرف غالب طور پر قرآن مقتبس (Quote) ہوتا نظر آتا ہے بلکہ اس کے قول وفعل، فکر و ذہن میں روح قرآن ہی دکھائی دیتی ہے۔ یہ اس کا جمع کیا ہوا 'رموز مملکت خویش۔۔۔ دانند' کے تحت ناقابل قبول ہو جاتا ہے، تو پھر وہ یہ کہہ کر واپس لے لیتا ہے (Withdraw کر لیتا ہے) کہ جاؤ! اب اسے کوئی دیکھ بھی نہ پائے گا۔ وہی ہوتا بھی ہے لیکن قرآنی فکر کی ایسی اشاعت وفروغ کرتا ہے کہ علوم قرآنی کے سارے اختصاصی میدان (Disciplines) میں سبھی علمی سلسلے اس پر منتہی ہوتے ہیں۔ اس کی زبان وفکر کے ساتھ

ساتھ اس کا کردار بھی بولتا ہی نظر آتا ہے۔ یہی ہے کچھ 'علی مع القرآن' کا مطلب

جہاں تک 'والقرآن مع العلیؑ' کا تعلق ہے، تو اس کے لئے خود قرآن کریم پر غور کرنا ہوگا۔ مگر یہاں مشکل یہ آن پڑی ہے کہ اگر 'خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ' کے زمرہ میں نہ بھی آئیں تو بھی زبان وفکر پر 'تفسیر بالرائے' کا بڑا سا تالا ڈالا ہوا ہے۔ پھر بھی قرآن پر غور وفکر کی عام دعوت ہے اور وہ بھی تاکیدی۔ خیر، اس راہ میں ڈرتے ڈرتے، دبے دبے، پھونک پھونک کر بڑھیں۔ آیات قرآنی پر کچھ غور کرنے سے ہی جس انسان کی تصویر ابھر ابھر کر سامنے آئے گی وہ یا تو محمدؐ کی ہوگی یا اسی 'مع القرآن' چہرہ کی ہوگی اور اس انداز سے یہ ان کے درمیان کوئی Parallex (انعکاسی توازی) بھی نظر نہیں آئے گا۔ (یہ غالباً حدیث شریف: 'عَلِیٌّ مِنِّی وَ اَنَا مِنْہُ' کی انعکاس پذیری/Spoctroscopy کا نتیجہ ہے۔) یہ کوئی تثلیث (Trinity) نہیں بلکہ ایک توحیدی دائرہ (Unity Circle) ہے جسے اسلامی سوجھ بوجھ سے سمجھنا کوئی دشوار گزار مرحلہ نہیں۔ یہ قرآن مع العلی کا ایک عنوان ہے۔ اس کا ایک اور عنوان تفسیروں میں کتنی ہی قرآنی آیات کے مصداق کے طور پر جناب امیرؑ کے نام نامی کا ملنا ہے۔ علوم قرآنی کے ماہرین نے اس موضوع پر بھی کام کیا ہے اور مستقل نگارشات سپرد قرطاس کی ہیں۔ ایسے کچھ تحقیقی مولفین میں، ابراہیم بن محمد بن سعید ثقفی (متوفی ۲۸۳ھ)، عبدالعزیز بن یحییٰ جالودی (م ۳۳۰ھ) اور ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (م ۴۳۰ھ) کے نام لئے جاسکتے ہیں جنہوں نے حضرت امیرالمومنین کی شان میں نازل ہونے والی آیات کو اپنی اپنی مستقل تالیفات کا موضوع بنایا ہے۔ اس میں ابونعیم اصفہانی کی کتاب 'مانزل من القرآن فی علیؑ' مشہور ہے۔ اس کا حوالہ بعد کے بہت سے مصنفین دیتے آئے ہیں۔ آگے بھی اس موضوع پر لکھا جاتا رہا۔

اس سلسلہ میں ہندوستان کے مولفین ومحققین کے قابل قدر کاوشوں کی فہرست بھی سردست دینا مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تازہ خوش آئند اضافہ زیر نظر نگارش ہے جو قوم

کے بزرگ وبرگزیدہ دانشور ڈاکٹر سید رضا حسین نقوی کی تلاش ومحنت کا نتیجہ ہے۔

میں یہاں نگارش کے بارے میں کچھ کہنے کا اہل نہیں سمجھتا۔ پھر یہ قاری کے ذوق نظر پر انگشت نمائی کے سوا کیا ہے؟ فاضل مولف کی ذات بھی محتاج تعارف نہیں۔ موصوف ایک نامی تجربہ کار ماہر امراض ذہنی (Psychiatrist) کے ساتھ ایکوپنکچر کے ذی استعداد معالج، کہنہ مشق شاعر واہل قلم کی سی متعدد حیثیتوں سے اپنی نمایاں شناخت کے حامل ہیں۔ سب کے اوپر ایک مخیر وبااخلاق انسان اور مومن دیندار ہیں ساتھ ہی مذہبی ادب کے حوالے سے ان کی قلمی کاوشیں بھی قابل قدر ہیں۔ آخر میں زیر نظر نگارش کی تاریخ اشاعت ملاحظہ ہو:

قرآنی تالیف رضا حسین

۱ ۱ ۰ ۲ ء

پیش لفظ

کلام پاک میں ہر علم کا ذکر ہے، وہ علم آسمان کے بارے میں ہو، زمین کے بارے میں ہو یا سمندر کی تہ کے بارے میں ہو۔ ہر علم کی اپنی زبان (Language) ہوتی ہے۔ جب ہم پٹنہ میڈیکل کالج میں علم طب (Medicine) پڑھنے گئے تو ہمارے پاس انگریزی کی لغت (Oxford Dictionary) تھی، وہ اب بیکار ہوگئی۔ ہم کو میڈیکل کی لغت (Medical Dictionary) خریدنی پڑی۔ جب ہم (Oxford University) میں علمِ نفسیات (Psychology) پڑھنے گئے تو Dictionary of Psychiatry خریدنی پڑی۔

اب ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ کلام پاک کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان کا جاننا کافی نہیں ہے۔ دو الفاظ خوف اور حزن کئی آیتوں میں کئی سورہ میں آئے ہیں۔ یہ دونوں الفاظ نفسیاتی کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ ایسی آیتیں جن میں یہ دونوں الفاظ آئے ہیں ان کی تفسیر وہ مفسر لکھ سکتے ہیں جو علم نفسیات کے ماہر ہیں۔ اسی طرح سے لفظ شفا کا ذکر ہے۔

(سورۂ فتح، سجدہ، آیت ۴۴۰)

اس لفظ کا لگاؤ علم طب سے ہے اس طرح کی آیت کی تفسیر وہ بہتر طریقہ سے لکھ سکتا ہے جو علم طب کا ماہر ہو۔

ہم جب بھی کلام پاک کی تلاوت کرتے تھے تو کچھ آیتوں کی تفسیر سے پتہ چلتا تھا کہ وہ آیتیں مولائے کائناتؑ کے شان میں نازل ہوئی ہیں۔

جب ہم نے 'تفسیر نمونہ' پڑھنا شروع کیا تو اس میں ان آیتوں کی تفسیر ہمیں زیادہ پسند آئی ہم نے سوچنا شروع کیا کہ بہت سے مومنین جو مولا کے شیدائی ہیں ایسی تفسیر سے واقف نہ ہوں اگر ان کو ایسی آیتوں کی تفسیر پڑھنے کو مل جائے تو ابھی تک جو صرف اعتقاد پر عزت اور محبت تھی وہ سمجھ کر کرنے لگیں گے۔ بس ہم نے ایسی آیتوں کو معنی اور تفسیر کے ساتھ ترجمۂ قرآن مولانا فرمان علی صاحب اور تفسیر نمونہ سے اخذ کرنا شروع کر دیا جو آپ کی خدمت میں کتابی شکل میں حاضر ہے۔

رضا حسین نقوی عفی عنہ
۲۸/ستیہ پُرم کالونی، بالا گنج
چوک، لکھنؤ

۱/رجب ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ۔

(سورہ بقرہ/آیت ۴۵)

{ترجمہ} ''اور (مصیبت کے وقت) صبر اور نماز کو سہارا پکڑو۔ اور البتہ نماز دوبھر تو ہے مگر ان خاکساروں پر (نہیں)۔''

[تفسیر] صبر سے مراد روزہ ہے اور عام صبر بھی ہوسکتا ہے۔ یہ ایک ایسی عمدہ خصلت ہے کہ جو شخص اس کو اختیار کرتا ہے، تمام دنیا کی مصیبت اس پر آسان ہوجاتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس نماز بھی۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ہے کہ جب تم کو کوئی رنج ہو تو وضو کر کے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ چنانچہ حضرت علیؑ ایسا ہی کرتے تھے اور اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے:-

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطاً لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْداً ط وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْھَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ ط وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

(سورہ بقرہ/آیت ۱۴۳)

{ترجمہ} اور جس طرح تمہارے قبلہ کے بارے میں ہدایت کی) اسی طرح تم کو عادل امّت بنایا تاکہ اور لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو اور رسول (محمدؐ)

تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں اور (اے رسولؐ) جس قبلہ کی طرف تم پہلے (سجدہ کرتے) تھے ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے (قبلہ) قرار دیا تھا کہ (جب قبلہ بدلا جائے) تو ہم ان لوگوں کو جو رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں ان لوگوں سے الگ دیکھ لیں جو الٹے پاؤں پھرتے ہیں اگرچہ یہ الٹ پھیر سوا ان لوگوں کے جن کی خدا نے ہدایت کی ہے سب پر شاق ضرور ہے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان (نماز) کو (جو بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے ہو) برباد کردے۔ بیشک خدا لوگوں پر بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔''

[تفسیر] سلیم بن قیس سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ امّت عادل اور لوگوں پر گواہ ہم ہیں اور خاص ہم ہی اس سے مقصود خدا ہیں اور حضرت رسولؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم گواہانِ خدا ہیں اس کی مخلوق پر۔ اور اس کی حجّت ہیں زمین پر، اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے ''کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطاً'' فرمایا ہے۔ (شواہد التنزیل، حاکم ابوالقاسم)

یہ پہلا فائدہ تبدیل قبلہ کا خداوند عالم بیان فرماتا ہے یعنی تبدیل قبلہ ہم نے اس کو اس واسطے کیا ہے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ کون رسولؐ کی ہمارے حکم کے مطابق پیروی کرتا ہے اور سچّا ایماندار ہے اور کون گومگو میں رہتا ہے اور کس پر شاق ہے۔ اور اس سے پوری تمیز ظاہری مسلمانوں اور منافقوں اور سچّے مومنوں میں ہوگئی۔ حجاج سے منقول ہے کہ اس نے امام حسنؑ سے پوچھا کہ آپ کی رائے ابوتراب حضرت علیؑ کے بارے میں کیا ہے؟ تو امام حسنؑ نے الا علی الذین ھدی اللہ کی تلاوت کی اس کے بعد فرمایا کہ حضرت علیؑ انہی لوگوں میں سے ہیں اور حضرت رسولؐ کے چچازاد بھائی اور داماد اور ساری دنیا کے لوگوں کی نسبت رسولؐ سے زیادہ قریب اور ان کے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (تفسیر کشاف، جلد ۱)

پندرہویں رجب روز دوشنبہ ۲ ھ میں بدر کی لڑائی سے دو مہینہ پیشتر حضرت رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحاب وحضرت علی علیہ السلام مسجد قبا میں جو مدینے سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر ہے نماز ظہر میں مشغول تھے اور دو رکعتیں پڑھ چکے تھے کہ تبدیل قبلہ کا حکم نازل ہوا حضرت رسول خداؐ فوراً اثناء نماز ہی میں بیت المقدس سے خانۂ کعبہ کی طرف پھر گئے اور ظہر کی آخری دونوں رکعتیں خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھیں۔ اسی وجہ سے اس مسجد کو ذوقبلتین (دوقبلہ والی مسجد) کہتے ہیں اور حضرت کے اصحاب میں سے بھی صرف بعض نے منہ پھیرا ورنہ اکثر پہلی ہی حالت پر رہے۔

❁

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔ (سورہ بقرہ/ ۱۵۷)

{ترجمہ} ''(اور اے رسولؐ) ایسے صبر کرنے والوں کو جب ان پر کوئی مصیبت آپڑی تو وہ (بیساختہ) بول اٹھے ہم تو خدا ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں خوشخبری دیدو کہ انھیں لوگوں پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنایتیں ہیں اور رحمت۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

[تفسیر] جب حضرت حمزہؑ کی شہادت کی خبر حضرت علیؑ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن''۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ کلمہ سب سے پہلے اسلام میں حضرت علیؑ ہی کی زبان سے نکلا اور پھر خدا کو ایسا پسند آیا کہ اس نے اسی کی حکایت فرمائی اور پھر صلوٰت بھیجی اور شاید اسی وجہ سے نماز میں بھی ان پر صلوٰۃ بھیجنا واجب کر دیا۔ (تفسیر ثعلبی)

❁

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ ط قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ج وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا ص وَاتَّقُوا اللّٰہَ

لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورہ بقرہ/ ۱۸۹)

{ترجمہ} ''(اے رسول) تم سے لوگ چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ کیوں گھٹتا بڑھتا ہے) تم کہہ دو کہ اس سے لوگوں کے دنیوی امور اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں اور یہ کوئی بھلی بات نہیں ہے کہ گھروں میں پچھواڑے سے (پھاند کے) آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو پرہیزگاری کرے اور گھروں میں (آنا ہو تو) ان کے دروازوں کی طرف سے آؤ اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔''

[تفسیر] جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ اس آیت میں خداوند عالم نے اس امر کی تعلیم فرمائی ہے کہ جس بات کو حاصل کرنا ہو تو جو اس کا اہل ہو اس سے حاصل کرو نااہل کے پاس نہ جاؤ جس طرح مکان میں دروازے سے جانا مناسب اور عقل سلیم کے موافق ہے، اسی طرح کسی چیز کا حاصل کرنا اس کے اہل سے اور اسی کے قریب قریب تفسیر بیضاوی اور کشاف میں بھی ہے اور اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے مختلف الفاظ میں اس مطلب کو ادا کر دیا ہے، کہیں یہ فرمایا کہ ''اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا'' میں علم وحکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں، مطلب یہ ہے کہ میرا دین میری قربت اور منزلت جس کو حاصل کرنا ہے وہ علیؑ کے واسطے اور ذریعے سے آئے اور اگر دوسرے کی طرف توجہ کی تو ایسا ہے جیسے گھر میں پچھواڑے سے آنا، یعنی ہرگز مطلب تک نہ پہنچو گے۔

❁

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ۔

(سورہ بقرہ/ ۲۰۷)

{ترجمہ} ''(علیؑ جیسے صاحب ایمان اور فداکار جنہوں نے ہجرت کی

شب پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بستر پر سوکر گزاری) کچھ لوگ اپنی جان خدا کی خوشنودی کے بدلے بیچ دیتے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔''

شانِ نزول: اہل سنت کے مشہور مفسر ثعلبی کہتے ہیں کہ جب پیغمبر اسلام نے ہجرت کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو اپنے قرضوں کی ادائیگی اور موجود امانتوں کی واپسی کے لئے حضرت علیؑ کو اپنی جگہ مقرر کیا اور جس رات آپؐ غارِ ثور کی طرف جانا چاہتے تھے اس رات مشرکین آپؐ پر حملہ کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے تھے آپؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے بستر پر لیٹ جائیں۔ اپنی مخصوص سبز رنگ کی چادر انہیں اوڑھنے کو دی۔ اس وقت خداوند عالم نے جبرئیل ومیکائیل پر وحی کی کہ میں نے تم دونوں کے درمیان بھائی چارہ اور اخوت قائم کی ہے اور تم میں سے ایک کی عمر کو زیادہ کیا ہے۔ تم میں سے کون ہے جو ایثار کرتے ہوئے دوسرے کی زندگی کو اپنی حیات پر ترجیح دے ان میں سے کوئی بھی اس کے لئے تیار نہ ہوا تو ان پر وحی ہوئی کہ اس وقت علیؑ میرے پیغمبرؐ کے بستر پر سویا ہوا ہے اور وہ تیار ہے کہ اپنی جان ان پر قربان کردے، زمین پر جاؤ اور اس کے محافظ ونگہبان بن جاؤ۔

جب جبرئیل حضرت علیؑ کے سرہانے آئے اور میکائیل پاؤں کی طرف بیٹھے تھے تو جبرئیل کہہ رہے تھے سبحان اللہ، آفرین آپ پر اے علیؑ کہ خدا آپ کے ذریعے فرشتوں پر فخر و مباہات کررہا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِينَ۔ (سورہ بقرہ/۲۴۸)

{ترجمہ} ''اور ان کے نبی نے ان سے (یہ بھی) کہا اس کے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ پہچان ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائیگا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسکین دہ چیزیں اور ان تبرکات سے بچا کچھا ہوگا جو موسیٰ و ہارون کی اولاد یادگار چھوڑ گئی ہے اور صندوق کو فرشتے اٹھائے ہوں گے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو بیشک اس میں تمہارے واسطے پوری نشانی ہے۔''

[تفسیر] اسی کا نام تابوت سکینہ ہے۔ یہ وہ صندوق ہے جس میں حضرت موسیٰ کی ماں نے آپ کو بند کرکے دریا میں ڈال دیا تھا اور اس میں بہت سی چیزیں تبرک کی تھیں، کئی نبیوں کی تصویریں اور ان کے گھروں کی نقلیں، ایک گھر یاقوت کا تھا، اس میں جناب رسالتمآبؐ کی تصویر تھی، آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کے گرد آل واصحاب خاص کا جھرمٹ ہے اور ایک نوجوان تلوار لئے ہوئے ہے اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے یہ پیغمبرؐ کا چچا زاد بھائی ہے اور خدا اس کا مددگار ہے۔ اسی صندوق میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور توریت کی دو تختیاں اور آسمانی ترنجبین، حضرت ہارون کا عمامہ، ان کی جوتیاں وغیرہ بھی تھیں۔ بنی اسرائیل اس صندوق کو بہت متبرک سمجھتے اور جب کسی لڑائی پر جاتے تو اس کو آگے آگے رکھتے جب جالوت کو ان پر غلبہ ہوا تو اس صندوق کو بھی چھین لے گیا۔ جب بنی اسرائیل طالوت کے ساتھ لڑنے گئے، جالوت کے لوگوں نے اس صندوق کو چھکڑے پر لاد کر ان کی طرف ہنکا دیا کہ یہی فساد کی جڑ ہے۔ فرشتے اس کو گھسیٹ کر بنی اسرائیل کی طرف آئے۔ یہ لوگ اس کو بہت غنیمت سمجھے اور اس کو فال نیک سمجھ کر قوی دل ہوگئے اور جم کے لڑنے لگے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (سورہ بقرہ/۲۶۴)

{ترجمہ} ''اے ایماندارو اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل) کو ایذا دینے کی وجہ سے اس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کے واسطے خرچ کرتا ہے اور خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی خیرات کی مثل اس چکنی چٹان کی سی ہے جس پر کچھ خاک (پڑی ہوئی) ہو پھر اس پر زور شور کا (بڑے بڑے قطروں والا) مینہ برسے اور اس مٹی کو (بہا کے) چکنا چپڑا چھوڑ جائے (اسی طرح) ریا کار اپنی اس خیرات یا اس کے ثواب میں سے جو انہوں نے کی ہے کسی چیز پر قبضہ نہ پائیں گے (نہ دنیا میں نہ آخرت میں) اور خدا کافروں کو ہدایت (کر کے) منزل مقصود تک نہیں (پہنچایا) کرتا۔''

[تفسیر] منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے حضرت خضرؑ سے فرمائش کی کہ مجھے حکمت کی کوئی بات بتائیے۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ ثواب کی غرض سے فقیروں پر امیروں کی مہربانی کس قدر اچھی بات ہے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کیا: ''اس بارے میں اس سے بھی کوئی اچھی رائے ہے؟'' کہا: ''نہیں'' آپ نے فرمایا: ''خدا پر بھروسہ کر کے فقیروں کا امیروں سے تکبر کرنا اور احسان مند نہ ہونا اس سے بھی بہتر ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''جوانمردی چار ہیں:

(۱) دولت کے ساتھ انکسار (۲) عوض کا قابو پا کر درگذر کرنا

(۳) باوجود دشمنی کے نصیحت کرنا (۴) بغیر احسان جتائے کچھ دینا''

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (سورہ بقرہ/ ۲۶۵)

{ترجمہ} ''اور جو لوگ خدا کی خوشنودی کے لئے اپنے دلی اعتقاد سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثل اس (ہرے بھرے) باغ کی سی ہے جو کسی ٹیلے یا ٹیکرے پر لگا ہوا ہو اور اس پر زور وشور سے پانی برسا تو اپنے دوگنے پھل لایا، اور اگر اس پر بڑے دھڑے کا پانی نہ بھی برسے تو اس کے لئے ہلکی پھوار (ہی کافی) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔''

[تفسیر] حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں سے تعجب ہے جو اپنا مال خرچ کر کے غلام خرید کر آزاد کرتے ہیں کہ وہ آزادوں پر احسان کر کے ان کو ہمیشہ اپنا غلام کیوں نہیں بنائے رکھتے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (سورہ بقرہ/۲۷۴)

{ترجمہ} ''وہ لوگ جو شب و روز اپنے اموال پنہاں و آشکار خرچ کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ ان پر کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔''

[تفسیر] بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ آپؑ نے ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک چھپا کر اور ایک ظاہر بظاہر خرچ کیا تھا۔

لیکن قرآن کا حکم حسب معمول ایک عمومی حیثیت رکھتا ہے۔ اس آیت میں انفاق کے طور طریقوں اور مختلف کیفیات کی تشریح کی گئی ہے اور انفاق کرنے والوں کی ذمہ داری کی وضاحت کی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ظاہر یا پوشیدہ طور پر خرچ کرتے وقت اخلاقی واجتماعی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ جس پر خرچ کیا جارہا ہے اس کی شخصی حیثیت کو بھی مدّنظر رکھا جانا چاہئے۔

جس مقام پر حاجتمندوں کی حفاظتِ آبرو اور زیادہ خلوص مقتضی ہو کہ انفاق کو پوشیدہ رکھا جائے وہاں پوشیدہ ہی رہنا چاہئے اور جہاں دیگر مصالح مثلاً شعائرِ مذہبی کی تعظیم اور دوسروں کو تشویق وترغیب دلانا مقصود ہو اور کسی مسلمان کی ہتکِ حرمت بھی نہ ہوتی ہو وہاں ظاہری طور پر خرچ کرو۔ ایسے افراد کو اجر اور اچھے بدلے کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ ان کا اجر وثواب خدا کے پاس ہے اور ان کے لئے کوئی وحشت وخوف اور غم واندوہ نہیں ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ط فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ط وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ۔

(سورہ آل عمران/ ۱۳)

{ترجمہ} ”بیشک تمہارے (سمجھنے کے) واسطے ان دو (مخالف) گروہوں میں جو (بدر کی لڑائی میں) ایک دوسرے کے ساتھ گتھ گئے (رسولؐ کی سچائی کی) بڑی بھاری نشانی ہے کہ ایک گروہ خدا کی راہ میں

جہاد کرتا تھا اور دوسرا کافروں کا جن کو مسلمان اپنی آنکھ سے دوگنا دیکھ رہے تھے (مگر خدا نے قلیل ہی کو فتح دی) خدا اپنی مدد سے جس کو چاہتا ہے تائید کرتا ہے۔ بیشک آنکھ والوں کے واسطے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے“۔

[تفسیر] یہ آیت جنگِ بدر کی صورتِ حال کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان میں ستتر (۷۷) مہاجر تھے اور دو سو چھتیس (۲۳۶) انصار۔ مہاجرین کا پرچم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کے پرچم بردار سعد بن عبادہ تھے۔ اس عظیم معرکے کے لئے ان کے پاس صرف ستر ۷۰ اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ دوسری طرف دشمن کی فوج ہزار افراد سے متجاوز تھی۔ اس کے پاس کافی ووافی اسلحہ تھا اور ایک سو (۱۰۰) گھوڑے تھے۔ اس جنگ میں بائیس (۲۲) مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں چودہ ۱۴ مہاجر اور آٹھ انصار تھے دشمن کے ستر (۷۰) افراد مارے گئے اور ستر (۷۰) ہی قید ہوئے۔ اس طرح مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور یوں مکمل کامرانی کے ساتھ وہ مدینہ کی طرف پلٹ آئے۔ زیرِ نظر آیت واقعہ بدر ہی کا ایک پہلو بیان کرتی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(سورہ آلِ عمران/۳۱)

{ترجمہ} ”(اے رسول ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ خدا (بھی) تم کو دوست رکھے گا اور تم کو تمہارے گناہ بخش دے گا اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

[تفسیر] خداوند عالم نے اپنی محبت کی کسوٹی حضرت رسولؐ کی پیروی کو قرار دیا ہے

پس محض دعویٰ محبت خدا و رسولؐ کا کسی طرح کافی نہیں ہوسکتا جب تک اپنی کارگزاریوں سے ثابت نہ کردے کہ وہ رسولؐ کا سچّا پیرو ہے، اسی طرح شیعہ علیؑ ہونے کا دعویٰ اس وقت زیبا ہے جب اپنے افعال واعمال، رفتار وگفتار سے یہ کر دکھائے کہ جو کام جناب امیرؑ جس وقت کرتے تھے اسی طرح وہ بھی کرگذرے۔ فقط نام کا شیعہ مومن ہونا کافی نہیں ہے اور جب ان کا پیرو ہوگا تو رسولؐ کا بھی اور جب رسولؐ کا پیرو ہوا تب خدا کا دوست ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کو عذاب میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا پھر خدا کیونکر جہنم کی سزا دے سکتا ہے۔

❁

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔

(سورہ آل عمران/۳۳)

{ترجمہ} ''بے شک خدا نے آدم اور نوحؑ اور خاندانِ ابراہیم اور خاندان عمران کو سارے جہان سے برگزیدہ کیا ہے۔''

[تفسیر] ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ آلِ ابراہیمؑ سے ہیں۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ محمدؐ وآل محمدؐ حضرت ابراہیمؑ کے اہلبیت ہیں، پس اس آیت سے صاف صریحی طور پر ثابت ہوا کہ خدا نے حضرت رسولؐ اوران کے اہلبیتؑ کو سارے جہان سے افضل بنایا، فرشتے یا جنات، آدمی ہوں یا غیر حتیٰ کہ پیغمبروں پر بھی فضیلت ثابت ہوگئی۔

(مواہب اللدنیہ، درمنثور جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷، اور تفسیر ثعلبی میں ہے کہ مصحف ابن مسعود میں آل عمران کے بعد آل محمدؐ بھی تھا۔)

❁

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (سورہ آل عمران/ ۳۴)

{ترجمہ} ''بعض کی اولاد کو بعض سے اور خدا (سب کی) سنتا (اور سب

کچھ) جانتا ہے۔''

[تفسیر] طبرانی نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت علی کے ساتھ یمن میں تھا جب وہاں سے مدینہ آیا تو چونکہ حضرت علیؑ نے مالِ خمس سے ایک لونڈی لے لی تھی۔ مجھے ان پر بڑا غصہ تھا اور میں نے رسول اللہ کے سامنے ان کی شکایت کرنا چاہی تو مجھے بعض لوگوں نے فہمائش کی تا کہ حضرت علیؑ حضرت رسول خداؐ کی آنکھوں سے گر جائیں اور خود حضرت رسولؐ خدا ان باتوں کو دروازے کی آڑ سے سن رہے تھے۔ یہ سنتے ہی آپؐ غصہ میں نکلے اور فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو علیؑ سے عداوت رکھتے ہیں یاد رکھو کہ جس نے علیؑ سے بغض رکھا اور جس نے علیؑ سے جدائی اختیار کی وہ مجھ سے چھوٹا، علیؑ یقینا مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں وہ میری مٹی سے پیدا ہوئے اور میں ابراہیمؑ کی مٹی سے اور ابراہیمؑ سے میں افضل ہوں اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی: ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اے بریدہ اس لونڈی کی نسبت علیؑ کا حق کہیں زیادہ ہے۔

❁

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (سورہ آل عمران/۶۱)

{ترجمہ} ''پھر جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے تو کہو کہ (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں

پر خدا کی لعنت کریں۔''

[تفسیر] حضرت عیسیٰ کے بارے میں نجران کے نصاریٰ کو حضرت رسولؐ خدا نے لاکھ سمجھایا کہ ان کو خدا کا بیٹا نہ کہو حضرت آدمؑ کی مثال بھی دی، مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی آخر آپ نے حکم خدا سے قسما قسمی کی ٹھہرائی جسے مباہلہ کہتے ہیں اور یہ قول وقرار ہوا کہ فلاں جگہ فلاں وقت ہم اور تم دونوں اپنے اپنے بیٹے عورتوں اور جانوں کو لیکر جمع ہوں اور ہر ایک دوسرے پر لعنت کرے اور خدا سے عذاب کا خواستگار ہو جس دن یہ مباہلہ ہونے والا تھا اصحاب بن سنور کے دردولت پر اس امید میں جمع ہوئے کہ شاید آپؐ ہمراہ لے لیں مگر آپؐ نے تڑکے حضرت سلمان کو ایک سرخ کمبل اور چار لکڑیاں دے کر اس میدان میں ایک چھوٹا سا سائبان کھڑا کرنے کو روانہ کیا اور خود اس شان سے برآمد ہوئے کہ امام حسینؑ کو بغل میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ تھاما اور جناب سیّدہ کو اپنے پیچھے لیا اور حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے خلاصہ یہ کہ اپنے بیٹوں کی جگہ نواسوں کو اور عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی جناب فاطمہؑ کو اور اپنی جان کی جگہ حضرت علیؑ کو لیا اور دعا کی کہ خداوندا ہر نبی کے اہلبیت ہوتے ہیں۔ یہ میرے اہلبیت ہیں ان کو ہر برائی سے دور اور پاک و پاکیزہ رکھ الغرض جب آپ اس شان سے میدان میں پہنچے تو نصاریٰ کا سردار عاقث ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے کو کہیں گے تو یقیناً ہٹ جائیگا۔ اسی میں خیریت ہے کہ مباہلہ سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ قیامت تک نسل نصاریٰ سے ایک نہ بچے گا۔ آخر ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا تب آپ نے فرمایا کہ واللہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو خدا ان کو بندر، سور کی صورت میں مسخ کر دیتا اور یہ میدان آگ بن جاتا اور نجران کا ایک متنفس حتّٰی کہ چڑیاں نہ بچتیں، یہ حضرت علیؑ کی اعلیٰ فضیلت ہے کہ نفسِ رسولؐ، خدا کے حکم سے قرار پائے اور تمام انبیاءؑ سے افضل ٹھہرے۔ (تفسیر جلالین بیضاوی، جلد اول، صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ مصر)

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ (سورہ آل عمران/ ۷۸)

{ترجمہ} ''کسی آدمی کو یہ زیبا نہ تھا کہ خدا تو اسے (اپنی) کتاب اور حکمت اور نبوّت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یہی کہے گا کہ) تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم تو (ہمیشہ) کتاب خدا (دوسروں کو پڑھاتے رہتے ہو اور تم خود بھی سدا پڑھتے رہے ہو۔)''

[تفسیر] یہودی اکثر مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ تمہارے رسولؐ اگرچہ ظاہر میں خدا کی پرستش کے دعویدار ہیں مگر ان کی اصلی غرض یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی عبادت کرائیں ورنہ ہم تو خدا کی عبادت پہلے ہی سے کرتے ہیں۔ اس شبہہ کا خود خدا نے اچھی طرح تشفی بخش جواب اس آیت میں دیدیا کہ بھلا جس کو خدا نبی بنائے اور وہ دوسروں کو کفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لائے وہ کیونکر کفر سکھا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے میرے مرتبہ سے آگے نہ بڑھاؤ اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ دو شخص میرے بارے میں گمراہ اور داخل جہنّم ہوئے ایک وہ جو میری دوستی میں افراط کر کے مجھے میرے درجہ سے آگے بڑھا دیتا ہے اور دوسرا وہ جو میرے مرتبہ سے گھٹا دیتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ آپ کے فضائل کی خواہ مخواہ تاویلیں کرتے ہیں یا کسی امام کو نبوّت یا خدائی درجہ تک پہنچا دیتے ہیں وہ خارج از ایمان ہیں۔

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ۔

(سورہ آل عمران/۱۰۳)

{ترجمہ} ''اورتم سب کے سب (مل کر) خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور اپنے حال (زار) پر خدا کے احسان کو تو یاد کرو جب تم آپس میں (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو خدا نے تمہارے دلوں میں (ایک دوسرے کی) الفت پیدا کردی تو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم گویا سلگتی ہوئی آگ کی بھٹی (دوزخ) کے لب پر (کھڑے تھے) (اور گرا ہی چاہتے تھے) کہ خدا نے تم کو اس سے بچا لیا تو خدا اپنے احکام یوں واضح کر کے بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔''

[تفسیر] زاذان سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک دن حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ راس الجالوت یہودیوں کے عالم اور جاثلیق نصرانیوں کے عالم کو ساتھ لئے ہوئے حضرت کے پاس آئے آپ نے پہلے راس الجالوت سے پوچھا تجھے کچھ اس کی بھی خبر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کی امّت کے کتنے فرقے ہو گئے وہ بولا کتاب دیکھوں تو عرض کروں آپ نے فرمایا تجھ پر پھٹکار ہو تو کس برتے پر لوگوں کا امام بنا ہوا ہے اگر تیری کتاب جل جائے یا چوری ہو جائے اور پھر تجھ سے کوئی مسئلہ پوچھے تو کیا تو یہی کہے گا کہ کتاب ہوتی تو بتلاتا ۔ علم در سینہ باید نہ در سفینہ اس کے بعد جاثلیق کی طرف متوجہ

ہوئے اور پوچھا کچھ تجھے خبر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد نصاریٰ کے کتنے فرقے ہوئے وہ بولا پینتالیس (۴۵) فرقے آپ نے فرمایا، قسم بخدا تو جھوٹا ہے میں توریت کو اس سے بہتر جانتا ہوں اور انجیل کو تجھ سے بہتر، امّت موسیٰ کے اکہتّر فرقے تھے ستر ناری اور ایک ناجی، جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق اور امّت عیسیٰ کے بہتّر فرقے ہوئے اکہتّر ناری اور ایک ناجی جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق اور مسلمانوں کے تہتّر فرقے ہوئے بہتّر ناری اور ایک ناجی جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے: تری اعینھم تفیض من الدمع حزناً اور مسلمانوں کے تہتّر فرقے ہوئے، بہتّر ناری اور ایک ناجی جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ وَمِمَّنۡ خَلَقۡنَاۤ اُمَّۃٌ یَّہۡدُوۡنَ بِالۡحَقِّ وَ بِہٖ یَعۡدِلُوۡنَ اور وہ میرے شیعہ ہیں۔

وَلَقَدۡ کُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡہُ ۪ فَقَدۡ رَاَیۡتُمُوۡہُ وَ اَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ۔

(سورہ آل عمران/ ۱۴۳)

{ترجمہ} ''اور تم تو موت کے آنے سے پہلے (لڑائی میں) مرنے کی تمنّا کرتے تھے پس اب تو تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم (اب بھی) دیکھ رہے ہو۔ (پھر لڑائی سے کیوں جی چراتے ہو۔)''

[تفسیر] ''جنگ بدر کے بعد جب مسلمانوں نے شہادت کے درجے اور اس کے فضائل حضرت رسولؐ خدا سے سنے تو بڑے تمنّا بھرے لہجے میں آپس میں کہتے تھے کہ کاش ہم بھی کسی جنگ میں خدا کی راہ میں اپنی جان دے دیتے اور شہید ہوتے مگر کہنے اور کرنے میں تو ہمیشہ فرق ہوا ہی کرتا ہے خصوصاً جب جان کا سودا ہو۔ چنانچہ جب حضرت رسول خداؐ نے تین یا پانچ ہزار کفار کے مقابلہ میں اپنے سات سو آدمیوں کی صف آراستہ کی تو مسلمانوں

نے آخر میں وہ حرکت کی کہ آخر شیطان نے پکار دیا کہ محمدؐ قتل ہو گئے۔ (معاذ اللہ) اور یہ خبر شدہ شدہ مدینہ تک پہنچی اور جناب سیّدہؑ مضطربانہ روتی احد تک پہنچیں۔ آخر وقت میں تو حضرت علیؑ کے سوا ایک آدمی بھی آپؐ کی مدد کو دیکھنے میں نہ آتا تھا۔ حضرت علیؑ بھی لڑتے لڑتے تین مرتبہ گھوڑے سے گرے اور ہر دفعہ جبرئیل نے آکر سوار کیا۔ ان ہی باتوں کی طرف اشارہ کر کے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

❁

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًاۚ وَمَاْوٰھُمُ النَّارُؕ وَبِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ۔ (سورہ آل عمران/ ۱۵۰)

{ترجمہ} ''(تم گھبراؤ نہیں) ہم عنقریب تمہارا رعب کافروں کے دلوں میں جما دیں گے اس لئے کہ ان لوگوں نے خدا کا شریک بنایا (بھی تو) اس چیز (بت) کو جسے خدا نے کسی قسم کی حکومت نہیں دی۔ اور (آخر کار) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا (بھی کیا) برا ٹھکانا ہے۔''

[تفسیر] ''جب حضرت علیؑ کی تلوار ذوالفقار سے ابوسفیان کے دانت کھٹے ہو گئے اور باوجودیکہ وہ تنہا تھے مگر ان کفار کے جم غفیر کو سوا بھاگنے کے کوئی چارہ نہ ہوا اور ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکّہ کی راہ لی تو کچھ دور جا کر اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ ہم لوگوں نے غلطی کی کہ احد سے بھاگ آئے، اس وقت مسلمان ایک تو معدودے چند اس پر ادھر ادھر متفرق پریشان، اس پر زخمی چلو اب بھی ہم لوگ ہجوم کر کے مدینہ پر حملہ آور ہوں اور سب کو تہہ تیغ کر دیں۔ مگر ایک علی کی تلوار کی دھاک ان کے دلوں میں وہ مضبوط جگہ پکڑ چکی تھی کہ سب کی ہمّت پست ہوگئی اور کسی نے ابوسفیان کی دمسازی نہ کی۔ اسی طرف اشارہ کر کے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

❁

وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖۚ حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَؕ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَۚ ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْھُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْؕ وَاللّٰہُ ذُوْفَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (سورۂ آل عمران/ آیت ۱۵۲)

{ترجمہ} ''اور بیشک (جنگ اُحد میں بھی) اپنا (فتح کا) وعدہ سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے (پہلے ہی حملہ میں) ان (کفار) کو خوب قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ تمہارے پسند کی چیز (فتح) تمہیں دکھا دی اس کے بعد بھی تم نے (مالِ غنیمت دیکھ کر) بزدلا پن کیا اور حکمِ رسولؐ (مورچہ پر جمے رہنے) میں باہم جھگڑا کیا اور (رسولؐ کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے کچھ تو طالب دنیا ہیں (کہ مالِ غنیمت کی طرف جھک پڑے) اور کچھ طالب آخرت (کہ رسولؐ پر اپنی جان فدا کر دی) پھر (بزدلے پن نے) تمہیں ان (کفار) کی طرف سے پھیر دیا اور تم بھاگ کھڑے ہوئے اس سے خدا کو تمہارا (ایمان اخلاص) آزمانا منظور تھا اور (اس پر بھی) خدا نے تم سے درگزر کی اور خدا مومنین پر بڑا فضل و کرم کر دینے والا ہے۔''

[تفسیر] ''جب اصحاب رسولؐ افتان و خیزاں رسولؐ کو تنہا چھوڑ اپنی جان بچا کر بھاگتے ہوئے مدینہ پہنچے تو باہم کہنے لگے کہ ہم سے تو خدا اور رسولؐ نے فتح کا وعدہ کیا تھا، شکست آخر کیوں ہوئی؟ اس کے جواب میں خدا نے یہ آیت نازل کی اور سمجھا دیا کہ اگر تم صبر اور رسولؐ کی تابعداری کرتے تو تم کو فتح ہوتی اسی وجہ سے جب تک تم صبر کئے رہے تمہاری فتح ہی فتح تھی۔ جب تم نے رسولؐ کی مخالفت کی تو تم کو شکست ہوئی پھر تمہارے بھاگنے کے بعد

بھی جو ثابت قدم رہا اس کی آخر فتح ہوئی، کھوٹے، کھرے الگ ہو گئے۔

جنگِ احد میں رسولؐ اللہ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس جوانوں کا افسر بنا کے ایک گھاٹ پر معین فرمایا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ خواہ لشکر اسلام کو فتح ہو یا شکست مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا اور جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فوج اسلام کو گویا فتح نمایاں حاصل ہوئی۔ ادھر ابوسفیان پر انصار حملہ آور ہوئے اور کفّار کو پسپا کر دیا، ادھر ابن جبیر نے تیر باراں کر کے بھگا یا۔ بس پھر کیا تھا فوج اسلام پوری مالِ غنیمت پر جھک پڑی۔ اب ابن جبیر کے ساتھیوں میں کہاں تاب تھی منہ میں پانی بھر آیا ہر چند ابنِ جبیر نے روکا، رسولؐ اللہ کا قول یاد دلایا، مگر یہ کا ہے کو سننے والے تھے، غرض سات یا بارہ آدمیوں کے سوا سب چل دیئے۔ آخر خالد بن ولید وعکرمہ اپنی فوج کے ساتھ بھاگتے ہوئے موقع کو خالی پا کر ابن جبیر کے مقابل ہوئے اور مختصر سی جنگ کے بعد ابنِ جبیر اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے اور پوری فوجِ کفّار اہلِ اسلام پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہوئی حتّٰی کہ فوجِ اسلام کے قدم اکھڑ گئے اور چند جانثاروں کے سوا سب نے راہ فرار اختیار کی۔ آخر حضرت حمزہؓ وغیرہ نے شہادت پائی اور حضرت رسولؐ کے دندان مبارک زخمی ہوئے۔ اس وقت حضرت علیؑ، ابودجانہ، بی بی نسیبہ اور اس کے شوہر اور ان کے دونوں بیٹے عبداللہ وعمارہ کے سوا سب چل چنپت ہوئے اور رسول اللہؐ پیچھے کھڑے بلاتے ہی رہ گئے۔ غرض یہ لوگ بھی شہید ہوئے اور بیچاری نسیبہ بھی بہت زخمی ہوئی اور حضرت علیؑ کے سوا رسولؐ اللہ کی ہمدردی و جاں نثاری کو کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت جبرئیل نے یہ حال دیکھ کر عرض کی: ''یا رسولؐ اللہ اس کو ہمدردی کہتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: ''کیوں نہ ہو "انه منی و انا منهم" یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔'' حضرت جبرئیل نے فرمایا: "و انا منکما" اور میں آپ دونوں میں سے ہوں۔ اس وقت یہ آواز غیب آئی "لا سیف الّا ذوالفقار و لا فتیٰ الّا علی"۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّھُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰہُ عَنۡھُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ۔

(سورۂ آل عمران/ ۱۵۵)

{ترجمہ} ''بیشک جس دن (جنگ اُحد میں) دو جماعتیں آپس میں گتھ گئیں اس دن جو لوگ تم (مسلمانوں میں سے بھاگ کھڑے ہوئے (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے بعض گناہوں (مخالفتِ رسولؐ) کی وجہ سے شیطان نے بہکا کے ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور (اسی وقت تو) خدا نے ضرور ان سے درگزر کی۔ بیشک خدا بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔''

[تفسیر] ''اس جنگ میں لشکر اسلام کے علمبردار حضرت علیؑ تھے اور کفار کا طلحہ بن ابوطلحہ دارمی۔ سب سے پہلے ان ہی دونوں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ حضرت علیؑ نے ایک ہی وار میں اس کو واصلِ جہنّم کیا۔ اس کے بعد ابوسعید بن ابوطلحہ نے علم اٹھایا اس کو بھی آپ نے قتل کیا۔ اس کے بعد باری باری نو آدمیوں نے اسے اٹھایا اور آپ کے ہاتھ سے فی النّار ہوئے۔ آخر صواب نامی ایک حبشی غلام نے ہمّت کی اور آپ کے سامنے آیا اور علمبرداری کے عہدہ پر فائز ہوا آخر وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ تب ایک عورت غمزہ بنت علقمہ نے اس نشان کو بلند کیا اور ایک طرف انصار نے قریش پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر سب کے سب مہاجر و انصار بھاگتے نظر آئے۔ ایک طرف حضرت امیر حمزہؓ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے۔ اتنے میں ہندہ زوجہ ابوسفیان نے ایک حبشی غلام کو اپنے وصل کے وعدہ پر ابھارا کہ تو محمدؐ یا علیؑ یا حمزہؓ کا سر کاٹ لا۔ وہ بولا: ''محمدؐ تک تو میری رسائی نہیں ہو سکتی اور علیؑ سے خوف معلوم ہوتا ہے مگر حمزہؓ کو قتل کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کمین گاہ میں جا بیٹھا اور حضرت حمزہ بےخبر لڑائی میں مشغول

تھے۔ ناگاہ آپ کا پاؤں پھسلا، اور وہ ملعون ایک فولادی اینٹ سے آپ پر حملہ آور ہوا اور وہ پہلو کو توڑ کر نکل گئی اور آپ شہید ہوئے۔ وہ مردود آپ کے پاس آیا اور آپ کے شکم کو چاک کر کے آپ کے جگر کا ٹکرا ہندہ کے واسطے تحفہ لے گیا اور ہندہ کمبخت نے اس کو چبایا۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ۔

(سورۂ آلِ عمران/آیت ۱۷۴)

{ترجمہ} ''پھر (یہ تو) ہمّت کر کے گئے مگر (جب لڑائی نہ ہوئی تو) یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ (اپنے گھر) واپس آئے اور انہیں کوئی برائی چھو بھی نہیں گئی۔''

[تفسیر] جب حضرت رسولؐ احد سے مدینہ میں تشریف لائے تو جبرئیل یہ حکم خدا لے کر نازل ہوئے کہ تم ابوسفیان کا پیچھا کئے چلے جاؤ، مگر آپ کے ساتھ صرف زخمی لوگ ہوں۔ غرض آپ حسب الحکم چند اصحاب خاص کو جو زخمی تھے لے کر روانہ ہوئے اور مقام حمراء الاسد پر جا کر ٹھہرے اور کفار مقام روحا میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ پلٹ کر مدینہ جائیں اور پھر مسلمانوں کو تہ تیغ کریں۔

ابوسعید خزاعی نے حضرت رسولؐ سے عرض کی کہ اب جانبازوں کا رنج مجھے گوارا نہیں۔ اب انہیں راحت دینی چاہئے۔ یہ کہہ کر خود بڑھ کر ابوسفیان سے ملے اور اسے دھمکی دے دی کہ حضرت بڑا اجرار لشکر لئے ہوئے تیرے پیچھے چلے آتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ ڈر کے مارے مکہ کو بھاگا مگر چلتے چلاتے نعیم ابن مسعود اشجعی کو جو مدینہ آرہا تھا لالچ دی اور کہا کہ اگر تو محمدؐ کے لشکر میں جا کر یہ کہہ دے کہ کفارِ قریش کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ تو میں دس (۱۰) اونٹ کا بار خرما اور سوکھے انگور تجھ کو انعام میں دوں گا۔ جب نعیم

یہ خبر لے کر آپؐ کے لشکر میں آیا تو اس کے جواب میں حضرت علیؑ نے فوراً فرما دیا کچھ پروا نہیں ''حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل''۔ خدا کو حضرت علیؑ کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اسی قول کی حکایت کر دی اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر جبرئیل نے آپ کو یہ خبر پہنچا دی کہ کفار مکہ چلے گئے آپ بھی مدینہ واپس جایئے تب آپ مدینہ واپس تشریف لائے۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔

(سورۂ آلِ عمران/آیت ۱۸۶)

{ترجمہ} ''اور اے رسولؐ ان کو وہ وقت تو یاد دلاؤ (جب خدا نے ان اہلِ کتاب سے عہد و پیمان لیا تھا کہ تم کتاب خدا کو صاف صاف بیان کر دینا۔ اور (خبردار) اس کی کوئی بات چھپانا نہیں مگر ان لوگوں نے (ذرا بھی خیال نہ کیا) اور اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلہ میں (بس) تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ پس یہ کیا ہی برا (سودا) ہے جو یہ لوگ خرید رہے ہیں۔''

[تفسیر] حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب تک خدا نے علماء سے علم دین کی تعلیم کا عہد نہ لے لیا۔ اس وقت تک جاہلوں سے علم دین سیکھنے کا عہد نہ کیا۔ پس علماء پر واجب ہے کہ علم دین جاہلوں تک پہنچائیں، اور جاہلوں پر واجب ہے کہ ان کی پیروی کریں اور سیکھیں۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ

وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ (سورہ آل عمران/ ۱۹۵)

{ترجمہ} ''خدا نے ان (صاحبانِ عقل) کی درخواست قبول کرلی ہے اور فرمایا ہے کہ میں تم میں سے عمل کرنے والے کے عمل کو چاہے وہ عورت ہو یا مرد ضائع نہیں کروں گا، تم سب ایک ہی نوع میں سے ہو اور ایک دوسرے کی جنس ہو۔ جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور انہوں نے میری راہ میں تکلیف اور اذیت کا سامنا کیا ہے اور جنگ کی ہے اور مارے گئے ہیں۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں ان کے گناہ بخش دوں گا اور انہیں ان باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے ثواب ہے اور خدا کے یہاں ہی بہترین ثواب ہے۔''

[تفسیر] یہ بھی منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جب فاطمہ بنت اسد، فاطمہؑ بنتِ رسولؐ اللہ اور فاطمہ بنت زبیر (جنہیں فواطم کہا گیا ہے) کے ہمراہ ہجرت کی اور امِّ ایمن جو ایک صاحبِ ایمان خاتون تھیں راستے میں آپؑ سے آملیں تو مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

جیسا کہ کہا جاچکا ہے کہ شانہائے نزول اس بات کے منافی نہیں کہ زیرنظر آیت گذشتہ آیات سے مربوط ہے جیسے دونوں شانہائے نزول بھی ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔

امام علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ آنحضرتؐ خطبہ دے رہے تھے اور لوگوں کو جہاد کا شوق دلا رہے تھے۔

اس دوران میں ایک نوجوان کھڑا ہوگیا۔ اس نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ مجھ سے راہِ خدا میں جنگ کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائیے۔ امام نے جواب میں فرمایا: ''ایک دفعہ میں پیغمبرؐ خدا کی سواری پر آپؐ کے پیچھے سوار تھا۔ ہم جنگ ذات السلاسل سے واپس آرہے تھے۔ یہی سوال جو تو نے مجھ سے کیا ہے میں نے رسولؐ اللہ سے کیا، تو آپؐ نے فرمایا: جب مجاہد میدان جہاد میں شرکت کا پختہ ارادہ کرلیتے ہیں تو خداوند عالم جہنم سے آزادی ان کے لئے مقدر کردیتا ہے، اور جب وہ ہتھیار اٹھا کر میدانِ جنگ کا رخ کرتے ہیں تو ملائکہ ان پر فخر کرتے ہیں اور جب ان کی بیوی بچےّ، عزیز و اقارب انہیں الوداع کہتے ہیں تو وہ اپنے گناہوں سے آزاد ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ جو بھی کام کرتے ہیں اس کا اجر دوگنا ہوجاتا ہے اور ہر دن کے بدلے ان کے لئے ہزار عابد کی عبادت کا اجر لکھا جاتا ہے اور جب وہ دشمن کے آمنے سامنے ہوتے ہیں تو پورے عالم کے لوگ ان کے میزانِ ثواب کا اندازہ نہیں کرسکتے اور جب وہ میدان جنگ میں قدم رکھتے ہیں، نیزہ و تیر کا تبادلہ ہونے لگتا ہے اور پھر دست بدست لڑائی شروع ہوجاتی ہے تو فرشتے اپنے پروبال سے انہیں گھیر لیتے ہیں اور خدا سے میدان میں ان کی ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔ اس وقت ایک منادی آواز دیتا ہے:

الجنۃ تحت ظلال السیوف۔ (یعنی، جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔)

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ج وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (سورۃ النسآء/ ۲۴)

{ترجمہ} ''اور شوہر دار عورتیں مگر وہ عورتیں جو (جہاد میں کفّار سے

تمہارے قبضہ میں آجائیں (حرام نہیں) (یہ) خدا کا تحریری حکم ہے جو تم پر (فرض کیا گیا) ہے اور ان عورتوں کے سوا (اور عورتیں) تمہارے لئے جائز ہیں بشرطیکہ بدکاری وزنا نہیں بلکہ تم عفت و پاکدامنی کی غرض سے اپنے مال (مہر) کے بدلے (نکاح کرنا) چاہو، ہاں جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو تو انھیں جو مہر معین کیا ہے دے دو اور مہر کے مقرر ہونے کے بعد اگر آپس میں (کم وبیش پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ بیشک خدا (ہر چیز سے) واقف اور مصلحتوں کا پہچاننے والا ہے۔"

[تفسیر] یہ آیت تصریحاً متعہ کے حلال اور جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے اسی وجہ سے اور مصاحف میں علاوہ مصحف عثمانی کے اس آیت میں محصنین کے بعد "الی اجل مسمی" (ایک معین مدت تک) بھی تھا، چنانچہ جب ابن عباس کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی، توانہوں نے 'الی اجل مسمیٰ' کے ساتھ پڑھا اور جب ابی نضرہ وغیرہ نے کہا کہ ہم یوں نہیں پڑھتے تو ابن عباس نے کہا واللہ خدا نے اس آیت کو یونہی نازل کیا ہے اسی بناء پر حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ اگر حضرت عمر لوگوں کو متعہ سے منع نہ کرتے تو قیامت تک سوائے شقی و بدبخت کے کوئی دوسرا زنا نہ کرتا۔ اسی بناء پر حضرت جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ رسالت مآبؐ کے پورے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی پوری خلافت میں اور حضرت عمر کے نصف زمانہ خلافت تک برابر متعہ کرتے تھے مگر حضرت عمر نے اپنے خلافت کے نصف زمانہ کے بعد متعہ کی ممانعت کا حکم جاری کیا اور وہ بھی ان الفاظ سے "متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ وانا انہیٰ عنہما و اعاقب علیہما" (دو متعہ رسالتمآبؐ کے زمانہ میں حلال تھے متعۃ الحج اور متعۃ النساء اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں اور ان کے کرنے والوں کو سزا کروں گا)۔

(تفسیر درمنثور، ج ۲ ص ۱۴۰ / تفسیر کبیر، ج ۳ ص ۲۰۰ مطبوعہ / تفسیر کشاف، ج ۱ ص ۲۶۰

/ مستدرک، تاریخ طبری، صحیح مسلم وغیرہ) ان کے علاوہ یہ تینوں روایتیں اہلسنت کی اور بہت سی کتابوں میں بھی مذکور ہیں اس کے علاوہ اس آیت کی ناسخ کوئی دوسری آیت پورے قرآن میں نہیں ہے اور نہ رسول خدا نے حلال کرنے کے بعد اسے حرام کیا اس وجہ سے حضرت عمر نے فرمایا "میں حرام کرتا ہوں" ورنہ اگر یہ حدیث یا آیت ہوتی تو ان کا بیان کر دینا کافی ہوتا (میں حرام کرتا ہوں) کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا

(سورۃ النساء/آیت ۳۳)

{ترجمہ} "اور ماں باپ (یا) اور قرابتدار (غرض) جو شخص جو ترکہ چھوڑ جائے ہم نے ہر ایک کا (والی) وارث مقرر کر دیا ہے اور جن لوگوں سے تم نے مستحکم عہد کیا ہے ان کا مقررہ بھی تم دے دو بے شک خدا تو ہر چیز پر گواہ ہے۔"

[تفسیر] ایامِ جاہلیت میں لوگ جس کو لے پالک کرتے تھے اس کو اپنے وارثوں میں داخل سمجھتے تھے اس کی خدا نے اس آیت سے ممانعت کر دی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ حضرت رسولؐ پر اکیلے ایمان لاتے تھے اور باقی اقربا ان کے کافر رہتے تو رسول اللہؐ نے تمام مسلمانوں میں جو جس کے جوڑ کا تھا باہم ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا، چنانچہ خود حضرت علیؑ سے بھائی چارہ کیا، حضرت ابوبکر کا حضرت عمر سے، حضرت عثمان کا عبدالرحمن بن عوف سے، از این قبیل مگر جب ان کے اقربا بھی مسلمان ہوگئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔

(سورۂ النسآء/آیت ۴۱)

{ترجمہ} ''بھلا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر گروہ کے گواہ طلب کریں گے اور (اے محمدؐ) تم کو ان سب پر گواہ کی حیثیت میں طلب کریں گے۔''

[تفسیر] حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ قیامت میں انبیاء بارگاہِ خدوندی میں کھڑے کئے جائیں گے اوران سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارے پیغام اپنی اپنی امتوں کو پہنچائے یانہیں؟ انبیاءعرض کریں گے: ''خداوندا! ہم نے تیرے پیغام تیرے حکم کے مطابق پہنچا دیئے۔'' مگر جب ان کی امتوں سے پوچھا جائے گا تو وہ لوگ انکار کرجائیں گے۔اس وقت تمام انبیاءحضرت رسولؐ کواپنا گواہ پیش کریں گےتب آپؐ انبیاء کی تصدیق اوران کی امتوں کی تکذیب کریں گے اوروہ لوگ اس خوف سے کہ مبادا ان کے اعضاء گواہی دینے لگیں دم بخود ہوجائیں گے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔

(سورۂ نساء/آیت ۴۳)

{ترجمہ} ''اے ایمان دارو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ

تا کہ تم جو کچھ منہ سے کہو سمجھو بھی تو اور نہ جنابت کی حالت میں یہاں تک کہ غسل کرلو مگر راہ کی رواروی میں (جب غسل ممکن نہیں ہے تو البتہ ضرورت نہیں ہے) بلکہ اگر تم مریض ہو (اور پانی نقصان کرے) یا سفر میں ہو یا تم میں سے کسی کو پائخانہ نکل آئے یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو (کہ طہارت کرو) تو پاک مٹی پر تیمم کرلو اور (اس کا طریقہ یہ ہے کہ) اپنے منہ اور ہاتھوں پر مٹی بھرا ہاتھ پھیرلو۔ بے شک خدا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔''

[تفسیر] صلوٰۃ سے بعض لوگوں نے نماز مراد لی ہے اور بعض نے مقامِ نماز یعنی مسجد پس 'عابری سبیل' کا بھی دوسرا مطلب ہوسکتا ہے یعنی مسجدوں میں جنب کا اس طرح سے گذرنا جس طرح انسان راستہ سے گزرتا ہے ناجائز نہیں ہے۔مگر یہ حکم عام مسجدوں کا ہے مسجدحرام اورمسجد رسولؐ میں یوں گزرنا بھی جنب پر حرام ہے، البتہ اس حکم سے صرف حضرت رسولؐ اوران کے اہلبیتؑ مستثنیٰ ہیں اور باتفاق فریقین ثابت ہے اسی وجہ سے تمام اصحاب کے دروازے جومسجد رسولؐ میں تھے بند کردیئے گئے اورصرف حضرت علیؑ کا دروازہ باقی رکھا گیا اس بناء پر وہ حدیث ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ حالتِ جنابت میں میرے اورعلیؑ کے سوا کوئی مسجد میں نہ جائے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

(سورۂ نساء/آیت ۶۹)

{ترجمہ} ''اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان

(مقبول) بندوں کے ساتھ ہوں گے جنھیں خدانے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔"

[تفسیر] ایک حدیث میں ہے کہ نبیین سے حضرت رسولؐ اور صدیقین سے حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور شہدا سے حسنینؑ اور صالحین سے باقی ائمہ مراد ہیں۔ اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ نبیین سے حضرت رسولؐ کا مراد ہونا تو ظاہر ہے اور اس میں کسی کو کلام بھی نہیں۔ اب رہا صدیقین سے حضرت علیؑ کا مراد ہونا تو یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ اگر صدیق کے معنی تصدیق کنندہ کے لئے جائیں تو تاریخوں سے ثابت اور ساری دنیا کو معلوم ہے کہ حضرت رسولؐ کی نبوت کی تصدیق کرنے والے سب سے پہلے علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں اور اگر سچّے کے معنے لئے جائیں تو بھی حضرت علیؑ کے سوا دوسرا کوئی اس کا مستحق نہیں ہوسکتا کیونکہ اور جن لوگوں کو صدیق کہا جاتا ہے، اٹھائیس اور تیس برس تک بتوں کے آگے سر پٹکا کئے اور حضرت علیؑ نے کبھی بتوں کو سجدہ کیا ہی نہیں۔ اسی وجہ سے اوروں کی عصمت کا کوئی قائل نہیں، اور حضرات حسنینؑ کا شہید راہ خدا ہونا تو ظاہر ہے اور صالحین سے باقی ائمہ کے مراد ہونے میں بھی کوئی مسلمان شک نہیں کرسکتا کیونکہ صالحین سے مراد نیکوکاروں کی کامل فرد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں یہ حضرات ائمہ تمامی خلائق سے صلاح وتقویٰ وغیرہ میں اکمل تھے۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

(سورۂ نساء/آیت ۸۳)

{ترجمہ} "اور (مسلمانو) اگر تم پر خدا کا فضل وکرم اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند آدمیوں کے سوا تم سب کے سب شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔"

[تفسیر] ایک حدیث میں ہے کہ فضل خدا سے حضرت رسولؐ اور رحمت سے حضرت علیؑ مراد ہیں اور یہ واقعہ ہے کیونکہ اسلام کی قوت وشوکت جو حضرت علیؑ کے قوت بازو سے ہوئی دوسرے سے اس کا عشر عشیر بھی نہ ہوسکا۔ جب ہی تو حضرت رسولؐ نے جنگ خندق میں فرمادیا تھا کہ آج کی علیؑ کی ضربت قیامت تک تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ (سورۂ نساء/آیت ۱۶۳)

{ترجمہ} "(اے رسولؐ) ہم نے تمہارے پاس (بھی) تو اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور ان کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی اور (جس طرح) ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ واسحٰقؑ ویعقوبؑ واولاد یعقوب وعیسیٰؑ وایوبؑ ویونسؑ و ہارونؑ وسلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کیا۔"

[تفسیر] زبور میں صرف حمد وثنائے الٰہی ہیں احکام نہیں۔ عمل توریت ہی کے احکام پر ہوتا تھا۔ حضرت داؤدؑ کی خوش الحانی کی یہ حالت تھی کہ آپ زبور کو لے کر صحرا میں چلے جاتے اور ایک مقام پر ٹھہر جاتے اور ان کے پیچھے علماء یہود، ان کے پیچھے اور لوگ، ان کے پیچھے جنّات، ان کے پیچھے صحرائی جانور کھڑے ہوتے اور پرند ان کے سر پر صف باندھ کر سایہ کرتے اور جس وقت آپؑ زبور پڑھتے تو سب کے سب بے ہوش ہوجاتے۔ حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن خدا علیؑ کو جبرئیل کی قوّت آدمؑ کا نور یوسفؑ کا جمال اور داؤدؑ کی آواز عطا فرمائے گا۔ اور اہل بہشت کا خطیب بنائے گا کہ لوگ ان کی آواز سے بے ہوش ہوجائیں گے۔

یَآاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا۔

(سورۂ نساء/آیت ۱۷۴)

{ترجمہ} ''اے لوگواس میں تو شک ہی نہیں۔ کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (دین حق کی) دلیل آچکی اور ہم تمہارے پاس ایک چمکتا ہوا نور نازل کر چکے ہیں۔''

[تفسیر] ''ایک صحیح حدیث میں ہے کہ برھان (دلیل) سے مراد حضرت رسولؐ ہیں، اور نور مبین (چمکتا ہوا نور) سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ط فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَةٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔

(سورۂ مائدہ/آیت ۳)

{ترجمہ} ''آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ اور تمہارے (اس) دین اسلام کو پسند کیا۔ پس جو شخص بھوک میں مجبور ہو جائے (اور) گناہ کی طرف مائل بھی نہ ہو (اور کوئی چیز کھالے) تو خدا بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

[تفسیر] ''جب حضرت رسولؐ آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ کو واپس چلے تو راستہ میں اٹھارھویں ذی الحجہ کو غدیر خم میں تاکیداً یہ حکم نازل ہوا کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور جو حکم ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے پہنچا دو آپ نے فوراً لوگوں کو روکا اور مجمع کثیر کے سامنے ایک خطبۂ طولانی کے بعد حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللّٰھم**

وآل من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ'' میں جس کا حاکم ہوں اس کا علیؑ حاکم ہے، خدایا! جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے اسے دشمن رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر اور جو اسے ذلیل کرے اسے ذلیل کر اس کے بعد لوگوں نے مبارکباد دی۔ چنانچہ حضرت عمر نے بھی کہا اے علیؑ مبارک ہو کہ تم ہمارے اور کل مومن و مومنہ کے حاکم ہوئے۔ جب یہ سب ہو چکا تو حضرت جبرئیل آیت لے کر نازل ہوئے۔ (تفسیر درمنثور جلال الدین سیوطی، جلد ۲ ص ۲۰۹ سطر ۵۴ مطبوعہ مصر)

اس آیت کے سلسلے میں ایک احتمال بھی ہے جو تمام شیعہ مفسّرین نے اپنی کتب میں پیش کیا ہے، متعدد روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں، نیز آیت کے مضامین اور آہنگ بھی اس سے مناسبت رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ اس سے مراد غدیر خم کا دن ہے، جس روز پیغمبرؐ اسلام نے امیر المومنین حضرت علیؑ کو باقاعدہ اپنی جانشینی کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہی وہ روز تھا جب کفار مایوسیوں کے سمندر میں ڈوب گئے۔ کیونکہ انہیں توقع تھی کہ دین اسلام کا قیام بس ایک شخص سے مربوط ہے اور پیغمبرؐ اسلام کے بعد صورت حال پھر پرانی ڈگر پر لوٹ آئے گی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے لئے منتخب ہوا ہے جو علم و تقویٰ اور قدرت وعدالت کے لحاظ سے پیغمبر اسلامؐ کے بعد بے نظیر ہے اور آنحضرت نے لوگوں سے اس کی بیعت لے لی ہے تو وہ اسلام کے بارے میں یاس و ناامیدی کا شکار ہو گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ اس دین کی جڑیں مضبوط اور پائیدار ہیں۔ یہ وہ دن تھا جب دین اپنی تکمیل کو پہنچ گیا، کیونکہ جانشین پیغمبرؐ کے تعیّن اور مسلمانوں کا مستقبل واضح ہو جائے بغیر یہ آخری تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔

یہ وہ دن تھا جب نعمت الٰہی علیؑ جیسے لائق رہبر کے تعیّن کے ذریعے لوگوں کے مستقبل کے لئے تمام ہو گئی۔ اسی دن اسلام اپنے پروگرام کی تکمیل کے ذریعے آخری دین

کے طور پر خدا کی طرف سے پسندیدہ قرار پایا۔

لہٰذا اس میں چاروں مذکورہ پہلو موجود تھے۔

علاوہ ازیں ذیل کے قرائن بھی اس تفسیر کی تائید کرتے ہیں۔

(الف) تفسیر فخر الدین رازی، تفسیر روح المعانی اور تفسیر المنار میں اس آیت کے ذیل میں منقول ہے، کہ اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر اکرمؐ اکیاسی (۸۱) دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے۔

اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ روایات اہلسنّت کے مطابق اور حتی کہ بعض شیعہ روایات کی بناء پر (جیسا کہ کلینی نے اپنی مشہور کتاب کافی میں نقل کیا ہے) رسولِ اکرمؐ کی وفات بارہ ربیع اوّل کو ہوئی تھی ہم یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ زیر نظر آیت کے نزول کا دن ٹھیک اٹھارہ ذی الحجہ ہے۔[۱]

(ب) بہت سی روایات جو مشہور شیعہ سنی طرق سے منقول ہیں صریحاً یہ مطلب برآمد ہوتا ہے کہ زیر بحث آیہ شریفہ غدیر خم کے روز اور ولایتِ حضرت علیؑ کے اعلان کے بعد نازل ہوئی ان میں سے چند ایک یہ ہیں:-

(۱) مشہور سنی عالم ابن جریر طبری کتاب ولایت میں معروف صحابی زید بن ارقم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت غدیر خم کے دن حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۲) حافظ ابو نعیم اصفہانی اپنی کتاب "ما نزل من القران فی علی علیہ السلام" میں مشہور صحابی ابو سعید خدری سے نقل کرتے ہیں:-

(۱) البتہ یہ اس صورت میں ہے جب خود روز وفات پیغمبرؐ اور روز غدیر کو شمار نہ کیا جائے۔ نیز تین مہینوں میں یکے بعد دیگرے ہر مہینہ ۲۹ دن کا ہوا اور ایسا ہونا بالکل ممکن ہے نیز اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ روز غدیر سے پہلے اور بعد تاریخ اسلام میں کوئی ایسا اہم واقعہ رونما نہیں ہوا جس پر مندرجہ بالا تاریخ منطبق ہو سکے۔ اس لئے حتماً غدیر کے علاوہ اس سے کوئی اور دن مراد نہیں۔

پیغمبر خداؐ نے غدیر خم کے دن لوگوں سے حضرت علیؑ کا تعارف، ان کی ولایت کے حوالے سے کروایا اور لوگ ابھی منتشر نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ"

اس موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا:

اللہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمة ورضی الرب برسالتی و بالولایة علی (ع) من بعدی۔

ثم قال: من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللّٰھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ۔

یعنی ۔۔۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔۔۔۔۔دین کی تکمیل پر اور نعمت تمام ہونے پر اور پروردگار کے میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر راضی اور خوش ہونے پر۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جس شخص کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہے، خدایا! اسے دوست رکھ۔ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی کرے۔ جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر و جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔

(۳) خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں وہ پیغمبر اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں:-

واقعہ غدیر خم، ولایت علیؑ کے عہد و پیمان اور عمر کے "بَخٍ بَخٍ یَابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتُ مَوْلَایَ وَمَوْلَا کُلِّ مُسْلِمٍ"[۱] کہنے کے بعد آیۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

(۱) حضرت عمر کی اس بات کا مطلب ہے: کیا کہئے اے فرزند ابوطالب! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ہو گئے۔

نازل ہوئی۔ (۱)

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَ یَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَاَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ ذٰلِکَ لَہُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَلَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۙ

(سورۂ مائدہ/آیت ۳۳)

{ترجمہ} ''جولوگ خدااوراس کے رسولؐ سے لڑتے بھڑتے ہیں (اور احکام کو) نہیں مانتے ہیں اورفساد پھیلانے کی غرض سے ملکوں (ملکوں) دوڑتے پھرتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ (چن چن کر) یا تو مار ڈالے جائیں یاانہیں سولی دیدی جائے یاان کے ہاتھ پاؤں ہیر پھیر کے (ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں) کاٹ ڈالے جائیں یاانہیں (اپنے وطن کی) سرزمین سے شہربدر کردیا جائے۔ یہ رسوائی توان کی دنیا میں ہوئی اور پھر آخرت میں توان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔''

[تفسیر] یہ آیت لفظ ''انما'' سے شروع ہوتی ہے۔ یہ لفظ لغتِ عرب میں حصرو انحصار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: تمہارے ولی، سرپرست اورتمہارے امور میں حق تصرف رکھنے والی تین ہستیاں ہیں۔ خدا، اس کا رسولؐ اوروہ جو ایمان لائے، نماز

(۱) ان تینوں روایتوں کوعلامہ امینی مرحوم نے تمام خصوصیات کے ساتھ الغدیر کی جلداول میں صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۲ میں نقل کیا ہے اور کتاب الحق جلد ۶ صفحہ ۳۵۳ میں اس آیت کا واقعۂ غدیر میں نازل ہونا ابوہریرہ سے دوطرق کے ساتھ اورابوسعید خدری سے کئی طرق سے نقل کیا ہے۔

قائم کی اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ) اس میں شک نہیں کہ لفظ ''رکوع'' اس آیت میں نماز کے رکوع کے معنی میں ہے نہ کہ خضوع وخشوع کے معنی میں کیونکہ عرفِ شریعت اوراصطلاحِ قرآن میں جب رکوع کہا جائے تواسی مشہور معنی میں یعنی نماز کے رکوع کے معنی میں ہوگا۔ نیز آیت کی شانِ نزول اورمتعدد روایات جوحضرت علیؑ کے حالتِ رکوع میں انگوٹھی عطا فرمانے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ جنھیں ہم تفصیل سے ذکر کریں گے علاوہ ''یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ'' بھی اس بات پر شاہد ہے۔ قرآن میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ جس میں یہ ہو کہ زکوٰۃ خضوع سے ادا کرو بلکہ زکوٰۃ کوخلوصِ نیت سے اوراحسان جتلائے بغیر ادا کرنا چاہیئے۔

اسی طرح اس میں بھی شک نہیں کہ لفظ ''ولی'' اس آیت میں دوست یامددگار کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ دوستی اورمدد کرنے کے معنی میں ولایت نماز پڑھنے والوں اورحالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک عمومی حکم ہے جوتمام مسلمانوں پرمحیط ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے سے دوستی رکھیں اورایک دوسرے کی مدد کریں۔ یہاں تک کہ وہ بھی جن پرزکوٰۃ واجب نہیں ہے اورجن کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس پر زکوٰۃ ادا کریں چہ جائیکہ وہ حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کریں انہیں بھی چاہیئے کہ ایک دوسرے کے دوست اورمددگار رہوں۔

یہاں سے واضح ہوجاتا ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں ''ولی'' سے مراد ولایت بمعنی سرپرستی، تصرّف اورمادّی وروحانی رہبری اورقیادت ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ ولایت ولایتِ الٰہی اورولایتِ پیغمبرؐ کے ہم پلّہ قرار پائی ہے اورتینوں کوایک ہی لفظ کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

اس طرح سے یہ آیت ان آیات میں سے ہے جوحضرت علیؑ کی امامت وولایت پر

نصِ قرآنی کی حیثیت سے دلالت کرتی ہیں۔

اس موقع سے متعلق کچھ اہم بحثیں ہیں جن پر ہم علیحدہ تحقیق کرتے ہیں۔

احادیث، مفسّرین اور مؤرخین کی شہادت

جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ بہت سی اسلامی کتب اور اہل سنت کے منابع میں اس ضمن میں متعدد روایات موجود ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے ان میں سے بعض روایات میں حالتِ رکوع میں انگوٹھی دینے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جب کہ بعض میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ فقط اس آیت کے حضرت علیؑ کی شان میں نزول ہونے کا ہی تذکرہ ہے۔

اس روایت کو ابن عباس، عمار ابن یاسر، عبداللہ بن سلام، سلمہ بن کہیل، انس بن مالک، عتبہ بن حکیم، عبداللہ بن ابی، عبداللہ بن غالب، جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوذر غفاری نے بیان کیا ہے۔ (۱)

ان مذکورہ دس افراد کے علاوہ اہلِ سنت کی کتب میں یہ روایت خود حضرت علیؑ سے بھی نقل ہوئی ہے۔ (۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔

(سورۂ مائدہ/ آیت ۵۴)

{ترجمہ} ”اے ایماندارو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو

کچھ پروا نہیں پھر جائے عنقریب ہی خدا ایسے لوگوں کو ظاہر کر دے گا جنہیں خدا دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے ایمان داروں کے ساتھ منکسر (اور) کافروں کے ساتھ کڑے خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پروا نہ کریں گے۔ یہ خدا کا فضل اور کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔“

[تفسیر] اگر چہ اس آیت کی شان نزول میں اختلاف ہے اور بعض اقوال کے موافق حضرت علیؑ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جو صفات خداوند عالم نے اس آیت میں بیان کئے ہیں اس کا سچّا مصداق آپ کے سوا اصحاب رسولؐ میں دوسرا نہیں ہوسکتا اور اسی وجہ سے جناب رسالت مآبؐ نے جب قلعۂ خیبر کسی طرح فتح نہیں ہوتا تھا اور محاصرہ کو اٹھارہ روز گذر چکے تھے۔ شیخین شکست کھا کر لوٹ آئے تھے، اور حضرت علیؑ کو سردار بنا کر بھیجا تب فتح ہوا تو اس وقت جو الفاظ آپ نے حضرت علیؑ کے حق میں ارشاد فرمائے تھے وہ اس آیت کی تفسیر ہیں اور صاحب ماینطق عن الھویٰ نے اسی آیت کو ذرا سا تغیّر دے کر دوسرے لفظوں میں فرما دیا، گویا مقصود یہ تھا کہ محض خدا ہی نے گواہی نہ دی بلکہ میں بھی گواہی دیتا ہوں اور الفاظ حدیث یہ ہیں: لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کرّاراً غیر فرّار یحب اللّٰہ و رسولہ و یحبہ اللّٰہ و رسولہ۔ یفتح اللّٰہ علیٰ یدیہ“۔ میں اپنے لشکر کا علم کل اس شخص کو دوں گا جو حملہ کنندہ ہوگا اور بھاگنے والا نہ ہوگا خدا اور اس کے رسولؐ کا وہ دوستدار اور خدا و رسول اس کے دوست اور اسی کے ہاتھ پر خدا اس قلعہ کو فتح کرے گا۔ اور اگر چہ

(۱) احقاق الحق ج۲، ص ۳۹۹ تا ۴۱۰ سے رجوع کریں۔

(۲) المراجعات، ص ۱۵۵

اس تمنّا میں بہت سے لوگ تھے مگر آپ نے حضرت علیؑ ہی کو دیا۔فاعتبروا یااولی الابصار۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔'' (سورہ مائدہ/آیت ۵۵)

{ترجمہ} ''اے ایمان دارو تمہارے مالک، سرپرست تو بس یہی ہیں خدا اور اس کا رسول اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

یہ آیت باتفاقِ مفسرین شیعہ سنّی موافق، مخالف، حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس سے تصریحی طور پر حضرت علیؑ کا خلیفہ بلافصل ہونا ثابت وواضح ہوتا ہے۔

[تفسیر]

حضرت علیؑ پرواجب زکوٰۃ

کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ پر کون سی زکوٰۃ واجب تھی جبکہ وہ مالِ دنیا میں سے اپنے لئے کچھ فراہم ہی نہ کرتے تھے اور اگر اس سے مراد مستحب صدقہ ہے تو اسے زکوٰۃ نہیں کہا جاسکتا۔اس کا جواب یہ ہے کہ:

تواریخ گواہی دیتی ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے ہاتھ سے بہت سا مال کمایا تھا اور اسے راہِ حق میں صرف کردیا تھا۔ یہاں تک کہ مرقوم ہے کہ آپ نے ایک ہزار غلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے آزاد کرایا۔علاوہ ازیں آپ کو مختلف جنگوں کے مالِ غنیمت میں سے بھی بہت کچھ ملا تھا۔لہٰذا کچھ ایسا مال یا کوئی چھوٹا سا کھجوروں کا باغ جس کی زکوٰۃ ادا کرنا آپ پر واجب ہوا اس وقت ہونا کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔نیز ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ زکوٰۃ فوراًادا

کرنے کے وجوب کی فوریت ''عرفی فوریت'' ہے جو نماز پڑھتے ہوئے ادا کرنے کے منافی نہیں ہے۔

قبل اور بعد کی آیات سے آیہ ولایت کا ربط

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبل اور بعد کی آیات سے ولایت وامامت والی تفسیر مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ ان میں ولایت دوستی کے معنی میں آئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ قرآنی آیات چونکہ تدریجاً اور مختلف واقعات میں نازل ہوئی ہیں لہٰذا ان کا تعلق ان حوادث اور واقعات سے ہے جن کے سلسلے میں وہ نازل ہوئی ہیں نہ یہ کہ ایک سورت کی آیات یکے بعد دیگرے آنے والی آیات ہمیشہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں یا مفہوم ومعنی کے اعتبار سے ہمیشہ نزدیکی تعلق رکھتی ہے۔لہٰذا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوآیات ایک دوسرے کے بعد نازل ہوئی ہیں۔لیکن ان کا تعلق دومختلف واقعات سے ہے۔مختلف واقعات سے تعلق رکھنے کی وجہ سے دونوں معانی ومفہوم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔جیسا کہ شانِ نزول شاہد ہے آیت ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ'' حضرت علی علیہ السلام کے حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس سے قبل اور بعد کی آیات جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں اور پڑھیں گے دوسرے واقعات کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں لہٰذا ان کے ایک دوسرے سے تعلق کی بات کا زیادہ سہارا نہیں لیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں اتفاق کی بات ہے کہ زیر بحث آیت گذشتہ اور پیوستہ آیات سے مناسبت بھی رکھتی ہے کیونکہ دوسری آیات میں ولایت بمعنی دوستی اور مدد کی گفتگو ہے جبکہ زیر بحث آیت میں ولایت رہبری اور سرپرستی کے مفہوم میں ہے اور اس میں شک نہیں کہ

ولی، سرپرست اور متصرّف اپنے پیروکاروں کا دوست اور یار و مددگار بھی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں دوست اور مددگار ہونا ولایت مطلقہ کے کوائف اور اوصاف میں سے ہے۔

ایسی قیمتی انگشتری کہاں سے آئی تھی؟

کہا جاتا ہے کہ ایسی گراں قیمت انگوٹھی جو تاریخ نے بیان کی ہے حضرت علیؑ کہاں سے لائے تھے؟ علاوہ ازیں ایسی غیر معمولی قیمت کی انگوٹھی پہننا اسراف بھی ہے، تو کیا یہ بات اس کی دلیل نہیں کہ مذکورہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس انگوٹھی کی قیمت کے بارے میں جو مبالغے کئے گئے ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں اور اس کے بہت قیمتی ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ جو ایک ضعیف روایت میں اس کی قیمت خراج شام کے برابر بیان کی گئی ہے۔ حقیقت سے زیادہ ایک افسانے سے مشابہت رکھتی ہے اور شاید اس اہم واقعے کی اہمیت ختم کرنے کے لئے اسے گڑھا گیا ہے۔ صحیح اور معتبر روایات جو آیت کی شانِ نزول کے بارے میں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں ایسے کسی افسانے کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا ایسی باتوں سے ایک تاریخی واقعے اور حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔

یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِینَ۔

(سورۂ مائدہ/آیت ۶۷)

{ترجمہ} ''اے رسولؐ جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو کہ) تم نے اس کا

کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا اور (تم ڈرو نہیں) خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، خدا ہرگز کافروں کی قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔''

[تفسیر]

انتخاب جانشین پیغمبر ہی آخری کار رسالت تھا

اس آیت کا ایک مخصوص لب و لہجہ ہے جو اسے اس سے پہلی آیات اور اس کے بعد کی آیات سے ممتاز کرتا ہے۔ اس آیت میں روئے سخن صرف پیغمبر کی طرف ہے اور یہ آیت صراحت اور تاکید کے ساتھ پیغمبرؐ کو حکم دے رہی ہے کہ جو کچھ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں (بلغ ما انزل الیک من ربّک)[۱] اس کے بعد (اس حکم کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے) تاکید مزید کے طور پر اس خطرے سے متنبہ کرتا ہے کہ اگر تم نے یہ کام نہ کیا (حالانکہ وہ ہرگز اس کام کی انجام دہی کو ترک نہ کرتے) تو یہ ایسا ہوگا گویا تم نے (کوئی) کار رسالت انجام ہی نہیں دیا (وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ) اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ کے اضطراب اور پریشانی کو دور کرنے کے لئے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہتا ہے:

اس رسالت اور پیغام کی ادائیگی کے بارے میں تجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خدا تمہیں ان کے خطرات سے محفوظ رکھے گا (وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ)۔

اور آیت کے آخر میں ان لوگوں سے جو اس مخصوص پیغام کا انکار کریں اور اس کے خلاف ہٹ دھرمی کرتے ہوئے کفر اختیار کرلیں ایک تہدید اور سزا کے عنوان سے یوں کہتا ہے: خدا ہٹ دھرمی کرنے والے کافروں کو ہدایت نہیں کرتا (اِنَّ اللهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ)۔

---

(۱) لفظ ''بلّغ'' جیسا کہ راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے ''ابلغ'' کی نسبت زیادہ تاکید کو ظاہر کرتا ہے۔

آیت کے جملوں کی بندش، اس کا مخصوص لب ولہجہ اور اس میں پے در پے تاکیدوں پر تاکیدیں اور آیت کا یَا اَیُّھَا الرَّسُوْل سے شروع ہونا جو تمام قرآن مجید میں صرف دو مقام پر ہے اور اس حکم کی تعمیل اور اس رسالت کی تبلیغ نہ کرنے کی صورت میں پیغمبرؐ کو یہ تہدید کہ اگر تم نے اس حکم کے پہنچانے میں کوتاہی کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے کوئی کار رسالت انجام ہی نہیں دیا جو قرآن میں صرف اسی آیت میں ہے، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ گفتگو کسی ایسے اہم امر کے متعلق ہو رہی ہے کہ جس کی تبلیغ نہ کرنا کوئی بھی کار رسالت سرانجام نہ دینے کے برابر ہے۔

اس کے علاوہ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ موضوع ایسا تھا جس پر شدت کے ساتھ مخالفت پیدا ہو چکی تھی اور اس موضوع کے مخالفین اتنے سخت تھے کہ ان کی مخالفت کے پیش نظر پیغمبرؐ بہت ہی پریشان تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس اعلان کو سن کر اسلام اور مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیں اسی لئے خداوند تعالیٰ انہیں تسلی دیتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سا ایسا اہم مقصد و مطلب تھا جس کے پہنچانے کے لئے خداوند تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ کو اتنی تاکید کے ساتھ حکم دے رہا ہے؟ در آں حالیکہ جب ہم اس سورہ کے نزول کی تاریخ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مسلماً پیغمبرؐ کی عمر کے آخر دنوں میں نازل ہوا ہے۔

کیا یہ توحید اور شرک و بت پرستی سے مربوط مسائل تھے جو برسوں پہلے پیغمبرؐ اور مسلمانوں کے لئے حل ہو چکے تھے؟ یا یہ مسائل احکام شرع اور قوانین اسلام سے متعلق تھے؟ جبکہ اس وقت تک ان کے اہم ترین مسائل بیان ہو چکے تھے۔

یا یہ مسائل اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ سے مربوط تھے؟ حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ بنی النضیر، بنی قریظہ اور بنی قینقاع نیز خیبر و فدک اور نصارائے نجران کے واقعہ کے بعد اہلِ

کتاب کا کوئی مسئلہ مسلمانوں کے لئے مشکل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

یا اس رابطہ منافقین کے ساتھ تھا؟ در آنحالیکہ ہمیں معلوم ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اسلام کا پورے جزیرہ نمائے عرب پر تسلط اور نفوذ ہو گیا تو منافقین کا معاشرے میں کوئی مقام ہی نہیں رہا تھا اور ان کی قوت بالکل ہی ٹوٹ چکی تھی اور ان کے پاس جو کچھ تھا وہ ان کے باطن میں تھا۔

حقیقتاً اب وہ کون سا اہم مسئلہ تھا جو پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے آخری دنوں میں باقی رہ گیا تھا کہ مذکورہ بالا آیت جس کے بارے میں اس قسم کی تاکید کر رہی ہے۔

اس حقیقت میں بھی تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ پیغمبرؐ کا اضطراب اور پریشانی اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے نہیں تھی بلکہ مخالفین کی طرف سے ان احتمالی کارشکنیوں اور مخالفتوں کے بارے میں تھی جن کا نتیجہ مسلمانوں کے لئے خطرہ اور نقصانات کی صورت میں نکلتا۔

تو کیا پیغمبرؐ کے جانشین کے تعین اور اسلام و مسلمین کی آئندہ سرنوشت کے سوا کوئی اور مسئلہ ایسا ہو سکتا ہے جس میں یہ صفات پائی جاتی ہوں۔

آیہ تبلیغ کی شان نزول

اگرچہ انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس آیت سے مربوط حقائق کسی قسم کی پردہ پوشی کے بغیر تمام مسلمانوں کے ہاتھوں تک نہیں پہنچائے گئے اور پہلے سے کئے گئے فیصلے اور مذہبی تعصّبات اس کے اظہار سے مانع ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود اہلِ سنت کے علماء کی تحریر کردہ مختلف کتابوں میں خواہ وہ تفسیر کی کتابیں ہوں یا حدیث و تاریخ کی، ان میں بہت زیادہ روایات ایسی ملتی ہیں جو صراحت کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں کہ آیت

مذکورہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ان روایات کو بہت سے اصحاب پیغمبرؐ نے نقل کیا ہے۔مثلاً زید ابن ارقم، ابوسعید خُدری، ابن عباس، جابر ابن عبداللہ انصاری، ابوہریرہ، براء بن عازب، حذیفہ، عامر بن لیلیٰ بن ضرہ اور ابن مسعود۔ یہ سب کے سب اصحاب پیغمبرؐ اس بات پر متفق ہیں کہ آیت مذکورہ حضرت علی علیہ السلام اور واقعہ غدیر کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔

واقعہ غدیر کا خلاصہ

وہ بہت سی روایات جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں باوجودیکہ سب کی سب ایک ہی واقعہ کے گرد گھومتی ہیں پھر بھی طرح طرح کی تعبیرات کی حامل ہیں۔بعض روایات بہت مفصل اور طویل ہیں، بعض مختصر لیکن نپی تلی ہیں۔بعض روایات اس واقعہ کا ایک گوشہ بیان کرتی ہیں تو دوسری روایات اس واقعہ کے دوسرے پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہوئی نظر آتی ہیں لیکن ان تمام روایات کے مجموعے اور اسلامی تواریخ، قرائن وحالات اور ماحول ومقام واقعہ کے مطالعہ سے یہ واقعہ سامنے آتا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کا آخری سال تھا۔ حجۃ الوداع کے مراسم جس قدر باوقار پر شکوہ ہو سکتے اس قدر پیغمبر اکرمؐ کی ہمراہی میں اختتام پذیر ہوئے۔سب کے دل روحانیت سے سرشار تھے۔ابھی ان کی روح اس عظیم عبادت کی معنوی لذت کا ذائقہ محسوس کر رہی تھی۔ اصحاب پیغمبرؐ جن کی تعداد بہت زیادہ تھی اس عظیم نعمت سے فیض یاب ہونے اور اس سعادت کے حاصل ہونے پر جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے۔(۱)

(۱) پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ جانے والوں کی تعداد بعض نے ۹۰ ہزار، بعض نے ۱۱۴؍ہزار، بعض نے ۱۲۰؍ہزار بعض نے ۱۲۴؍ہزار لکھی ہے۔

نہ صرف مدینے کے لوگ اس سفر میں پیغمبرؐ کے ساتھ تھے بلکہ جزیرہ نمائے عرب کے دیگر مختلف حصّوں کے مسلمان بھی یہ عظیم تاریخی اعزاز وافتخار حاصل کرنے کے لئے آپؐ کے ہمراہ تھے۔

سرزمین حجاز کا سورج درّوں اور پہاڑوں پر آگ برسا رہا تھا لیکن اس سفر کی بے نظیر روحانی مٹھاس تمام تکلیفوں کو آسان بنا رہی تھی۔زوال کا وقت نزدیک تھا۔آہستہ آہستہ حجفہ کی سرزمین اور اس کے بعد خشک اور جلانے والے ''غدیر خم'' کے بیابان نظر آنے لگے۔

دراصل یہاں پر ایک چوراہا ہے جو حجاز کے لوگوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔شمالی راستہ مدینہ کی طرف دوسرا مشرقی راستہ عراق کی طرف، تیسرا راستہ مغربی ممالک اور مصر کی طرف اور چوتھا جنوبی راستہ سرزمین یمن کو جاتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں پر آخری مقصد اور اس عظیم سفر کا اہم ترین کام انجام پذیر ہونا تھا تاکہ مسلمان پیغمبرؐ کی اہم ذمہ داریوں میں سے ان کا آخری حکم جان کر ایک دوسرے سے جدا ہوں۔

جمعرات کا دن تھا اور ہجرت کا دسواں سال۔آٹھ دن عید قربان کو گذرے تھے کہ اچانک پیغمبرؐ کی طرف سے ان کے ہمراہیوں کو ٹھہر جانے کا حکم دیا گیا۔مسلمانوں نے بلند آواز سے ان لوگوں کو جو قافلے کے آگے چل رہے تھے واپس لوٹنے کے لئے پکارا اور اتنی دیر کے لئے ٹھہر گئے کہ پیچھے آنے والے لوگ بھی پہنچ جائیں۔آفتاب خط نصف النہار سے گذر گیا تو پیغمبرؐ کے مؤذن نے اللہ اکبر کی صدا کے ساتھ لوگوں کو نماز ظہر پڑھنے کی دعوت دی ۔مسلمان جلدی جلدی نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔لیکن فضا اتنی گرم تھی کہ بعض لوگ مجبور تھے کہ وہ اپنی عبا کا کچھ حصّہ پاؤں کے نیچے اور باقی سر کے اوپر لے لیں۔ورنہ بیابان کی گرم ریت اور سورج کی شعاعیں ان کے سر اور پاؤں کو تکلیف دے رہی تھی۔اس صحرا میں کوئی سائبان نظر آتا تھا اور نہ ہی کوئی سبزہ یا گھاس، صرف چند بے برگ وبار بیابانی درخت تھے جو

گرمی کا سختی کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔ کچھ لوگ انہی چند درختوں کا سہارا لئے ہوئے تھے اور انہوں نے ان برہنہ درختوں پر ایک کپڑا ڈال رکھا تھا اور پیغمبرؐ کے لئے ایک سائبان بنا رکھا تھا لیکن گرم ہوا اس سائبان کے نیچے سے گذرتی ہوئی سورج کی جلانے والی گرمی کو اس سائبان کے نیچے بھی پھیلا رہی تھی۔ بہر حال ظہر کی نماز پڑھ لی گئی۔ مسلمان ارادہ کر رہے تھے کہ فوراً اپنے چھوٹے چھوٹے خیموں میں جا کر پناہ لیں جو انہوں نے اپنے ساتھ اٹھا رکھے تھے لیکن رسولؐ اللہ نے انہیں آگاہ کیا کہ وہ سب کے سب خداوند تعالیٰ کا ایک نیا پیغام سننے کے لئے تیار ہوں جسے ایک مفصل خطبے کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

جو لوگ رسول اللہؐ سے دور تھے وہ پیغمبرؐ کا ملکوتی چہرہ اس عظیم اجتماع میں دور سے نہیں دیکھ پا رہے تھے لہٰذا اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنایا گیا۔ پیغمبرؐ اس کے اوپر تشریف لے گئے۔ پہلے پروردگار عالم کی حمد و ثنا بجالائے اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے یوں خطاب فرمایا:

میں عنقریب خداوند تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تمہارے درمیان سے جا رہا ہوں۔ میں بھی جوابدہ ہوں اور تم بھی جوابدہ ہو۔ تم میرے بارے میں کیا گواہی دو گے؟

لوگوں نے بلند آواز میں کہا: **نشهد انک قد بلغت و نصحت و جهدت فجزاک الله خیراً**۔ یعنی گواہی دیں گے کہ آپ نے فریضہ رسالت انجام دیا اور خیر خواہی کی ذمہ داری کو انجام دیا اور ہماری ہدایت کی راہ میں سعی و کوشش کی، خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ خدا کی وحدانیت، میری رسالت اور روز قیامت کی حقانیت اور اس دن مردوں کے قبر سے مبعوث ہونے کی گواہی نہیں دیتے؟

سب نے کہا: کیوں نہیں ہم سب گواہی دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: خداوندا گواہ رہنا۔

آپؐ نے مزید فرمایا: لوگو! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔

اس کے بعد سارے بیابان پر سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ سوائے ہوا کی سنسناہٹ کے کوئی چیز سنائی نہیں دیتی تھی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: دیکھو! میں تمہارے درمیان دو گرانمایہ اور گرانقدر چیزیں بطور یادگار کے چھوڑے جا رہا ہوں تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟

حاضرین میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا: یا رسول اللہؐ وہ دو گراں مایہ چیزیں کون سی ہیں؟ تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: پہلی چیز تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو ثقل اکبر ہے۔ اس کا ایک سرا تو پروردگار عالم کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس سے ہاتھ نہ ہٹانا ورنہ تم گمراہ ہو جاؤ گے اور دوسری گرانقدر یادگار میرے اہل بیتؑ ہیں اور مجھے خدائے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ بہشت میں مجھ سے آملیں گے۔

ان دونوں سے آگے بڑھنے (اور ان سے تجاوز کرنے) کی کوشش نہ کرنا اور نہ ہی ان سے پیچھے رہ جانا کہ اس صورت میں بھی تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

اچانک لوگوں نے دیکھا کہ رسولؐ اللہ اپنے اردگرد نگاہیں دوڑا رہے ہیں گویا کسی کو تلاش کر رہے ہیں۔ جونہی آپ کی نظر حضرت علی علیہ السلام پر پڑی فوراً ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں اتنا بلند کیا کہ دونوں کی بغلوں کے نیچے کی سفیدی نظر آنے لگی اور سب لوگوں نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو اسلام کا وہی سپہ سالار ہے کہ جس نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا۔

اس موقع پر پیغمبرؐ کی آواز زیادہ نمایاں اور بلند ہو گئی اور آپ نے ارشاد فرمایا:

ایها النّاس من اولی الناس بالمؤمنين من انفسهم۔

یعنی اے لوگو! بتاؤ وہ کون ہے جو تمام لوگوں کی نسبت مومنین پر خود ان سے زیادہ اولیت رکھتا ہے۔ اس پر سب حاضرین نے بہ یک آواز جواب دیا کہ خدا اور اس کے پیغمبرؐ

بہتر جانتے ہیں۔

تو پیغمبرؐ نے فرمایا: خدا میرا مولا و رہبر ہے اور میں مومنین کا مولا و رہبر ہوں اور ان کے او پر ان کی نسبت خود ان سے زیادہ حق رکھتا ہوں (اور میرا ارادہ ان کے ارادے سے مقدم ہے)۔

اس کے بعد فرمایا: **فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ۔** یعنی جس جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس اس کے مولا و رہبر ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے اس جملے کی تین مرتبہ تکرار کی اور بعض راویوں کے قول کے مطابق پیغمبرؐ نے یہ جملہ چار مرتبہ دہرایا اور اس کے بعد آسمان کی طرف سر بلند کر کے بارگاہ خداوندی میں عرض کی:-

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالاٰہُ وَعَادِ مَنْ عَادٰاہُ وَاَحِبْ مَن اَحبّہٗ وَاَبْغِضْ مَن اَبْغَضَہٗ وَانْصُر مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ وَاَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثَ دَاْرُ۔

یعنی بارالہا! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ جو اس سے دشمنی کرے تو اس دشمنی رکھ۔ جو اس محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ۔ جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد سے کنارہ کشی کرے تو اسے اپنی مدد سے محروم رکھ اور حق کو ادھر پھیر دے جدھر وہ رخ کرے۔

اس کے بعد فرمایا:- **الا فلیبلغ الشاھد الغائب** یعنی تمام حاضرین آگاہ ہو جائیں اس بات پر کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں پر اور اس وقت موجود نہیں ہیں۔ پیغمبرؐ کا خطبہ ختم ہو گیا۔ پیغمبرؐ پسینے میں شرابور تھے۔ حضرت علی علیہ السلام بھی پسینے میں نہائے ہوئے تھے۔ دوسرے تمام حاضرین کے بھی سر سے پاؤں تک پسینہ بہہ رہا تھا۔ ابھی اس جمعیت کی صفیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئی تھیں کہ جبرئیل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور تکمیل دین کی پیغمبرؐ کو بایں الفاظ بشارت دی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی۔۔۔۔۔الخ۔

”آج کے دن میں نے تمہارے دین اور آئین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا۔“ اتمام نعمت کا پیغام سن کر پیغمبرؐ نے فرمایا:-

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمۃ و رضی الرب برسالتی و الولایۃ لعلی من بعدی۔

ہر طرح کی بزرگی و بڑائی خدا ہی کے لئے ہے کہ جس نے اپنے دین کو کامل فرمایا اور اپنی نعمت کو ہم پر تمام کیا اور میری نبوت و رسالت اور میرے بعد کے لئے علیؑ کی ولایت کے لئے خوش ہوا۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا پیغمبرؐ کی زبان مبارک سے اعلان سن کر حاضرین میں مبارک باد کا شور برپا ہوا لوگ بڑھ چڑھ کر اس اعزاز و منصب پر حضرت علیؑ کو اپنی طرف سے مبارک باد پیش کر رہے تھے۔ معروف شخصیتوں میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرف سے مبارک باد کے یہ الفاظ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں کہ انہوں نے کہا:-

بَخٍّ بَخٍّ لَکَ یَابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتُ وَ اَمْسَیْتُ مَوْلَائِیْ وَمَوْلَا کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ۔

مبارک ہو! مبارک ہو! اے فرزند ابی طالب کہ آپ میرے اور تمام صاحبان ایمان مردوں اور عورتوں کے مولا اور رہبر ہو گئے۔

اس وقت ابن عباس نے کہا: بخدا یہ عہد و پیمان سب کی گردنوں میں باقی رہے گا۔

عرب کے مشہور شاعر مداح رسولؐ حسان بن ثابت نے پیغمبرؐ سے اجازت لے کر اس موقع کی مناسب سے ایک قصیدہ پڑھا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:-

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم بخم واسمع بالرسول منادیا

فقال فمن مولاکم ونبیکم　　فقالوا ولم یبدوا هناک التعامیا
الهک مولا نا وانت نبینا　　ولم تلق منافی الولایة عصیا
فقال له قم یا علی فاننی　　رضییتک من بعدی اماما و هادیا
فمن کنت مولا فهذا ولیة　　فکونواله اتباع صدق موالیا
هناک دعا اللّٰهم وال ولیه　　وکن للذی عادا علیا معادیا

''یعنی پیغمبرؐ نے غدیر کے دن خم کے مقام پر انہیں ندا دی اور پکارا اور یہ پکارنے والا کس قدر گرامی قدر تھا''۔

فرمایا: تمہارا مولا اور تمہارا نبی کون ہے؟ تو انہوں نے بلا تردّد صراحت کے ساتھ جواب دیا''

''کہ آپ کا خدا ہمارا مولا اور آپ ہمارے پیغمبر ہیں اور ہم آپ کی ولایت کے قبول کرنے سے روگردانی نہیں کریں گے۔''

''اس پر پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کھڑے ہو جاؤ کیونکہ میں نے تمہیں اپنے بعد کے لئے امام اور رہبر منتخب کیا ہے۔

''اس کے بعد فرمایا: جس شخص کا میں مولا و رہبر ہوں یہ علیؑ اس کے مولا و رہبر ہیں پس تم سچے دل سے ان کی پیروی کرنا۔''

''اس وقت پیغمبرؐ نے عرض کیا: بارِالٰہا اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھنا''(۱)

---

(۱) یہ اشعار اہل سنت کے بہت سے علماء نے نقل کئے ہیں۔ ان میں حافظ ابونعیم اصفہانی، حافظ ابوسعید سجستانی، خوارزمی مالکی، حافظ ابوعبداللہ مرزبانی گنجی شافعی، جلال الدین سیوطی، سبط ابن جوزی اور صدرالدین حموی کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

یہ تھا مشہور حدیث غدیر کا خلاصہ جو اہل سنت اور شیعہ کتب میں موجود ہے۔

❁

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنْجَانَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ (سورۂ انعام/آیت ۶۳)

{ترجمہ} ''(اے رسولؐ) ان سے پوچھو کہ تم کو خشکی اور تری کے (گھٹاٹوپ) اندھیروں سے کون چھٹکارا دیتا ہے جس سے تم گڑگڑا کر اور چپکے (چپکے) دعائیں مانگتے ہو کہ اگر وہ ہمیں (اب کی دفعہ) اس (بلا) سے چھٹکارا دے تو ہم ضرور اس کے شکر گذار بندے ہو کر رہیں گے۔''

[تفسیر] حضرت علیؑ سے کسی نے پوچھا کہ خداوند عالم اتنی مخلوقات کا حساب کیونکر ایک دفعہ لے گا آپ نے فرمایا: جس طرح وہ سب کو ایک دفعہ روزی دیتا ہے اسی طرح سب کا ایک دفعہ حساب بھی لے گا۔

❁

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ (سورۂ انعام/آیت ۱۶۰)

{ترجمہ} ''جو شخص نیکی کرے گا تو اس کو اس کا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے گا اس کی سزا اس کو بس اتنی ہی دی جائے گی اور وہ لوگ (کسی طرح) ستائے نہ جائیں گے۔''

[تفسیر] ایک حدیث میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا **حبّنا اهل البیت و السئیة بغضنا من جاء بها اکبه اللّٰه علیٰ وجهه فی النّار۔** ہم اہلبیتؑ کی محبت نیکی ہے اور ہماری دشمنی بدی ہے۔ جو شخص ہم سے دشمنی رکھے گا خدا اس کو منہ کے بل جہنّم

میں جھونک دے گا۔

وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ۔

(سورۂ اعراف/آیت ۴۴)

{ترجمہ} ''اور جنتی لوگ جہنم والوں سے پکار کر کہیں گے ہم نے تو بیشک جو ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ کیا تھا ٹھیک ٹھیک پالیا۔ تو کیا تم نے بھی جو تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا ٹھیک پایا (یا نہیں) اہل جہنم کہیں گے کہ ہاں (پایا) تب ایک منادی ان کے درمیان ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔''

[تفسیر] یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ''مؤذن'' (ندا کرنے والا) جو اس طرح سے ندا کرے گا کہ اس کی آواز سب اہلِ محشر سن لیں گے اور اس طرح تمام اہلِ محشر پر اس کا تفوق و برتری ظاہر ہوگی، کون ہے؟ آیت سے تو کچھ نہیں کھلتا، لیکن اسلامی روایات میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں زیادہ یہ وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

چنانچہ ابوالقاسم حسکانی جو اہلِ سنّت کے علماء میں سے ہیں اپنی سند کے ساتھ محمد حنفیہ سے اور وہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

انا ذالک المؤذن:

وہ ندا کرنے والا میں ہی ہوں۔

نیز اسی طرح اپنی سند سے ابنِ عباس سے نقل کرتے ہیں:

خدا کی قسم ہم خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں۔

تو یہ اس طرف اشارہ ہے کہ صفات خداوندی کا قوی پرتو ہمارے وجود میں منعکس ہوا ہے اور ہماری معرفت اس کی پاک ذات کی معرفت کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ ایسی روایات بھی سطور بالا میں پیش کیے گئے مفہوم سے کوئی تضاد نہیں رکھتیں۔

یا پھر بعض دوسری احادیث میں درج ہے کہ تمام ''اسماء حسنیٰ'' کا خلاصہ ''خالص توحید'' میں ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کی تمام صفات اس کی یکتا ذات پاک کی طرف لوٹتی ہیں۔

فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں ایک مطلب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ایک لحاظ سے قابلِ غور ہے کہ پروردگار کی تمام صفات ان دو حقیقتوں کی نشاندہی کرتی ہیں ''اس کی ذات کی ہر چیز سے بے نیازی'' یا ''ہر چیز کی اس کی ذات کی طرف نیازمندی''۔

فلاح و نجات پانے والا گروہ

جیسا کہ مذکورہ بالا آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ بندگان خدا کا ایک گروہ حق کی طرف دعوت دیتا ہے اور حق کے مطابق حکم کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس گروہ سے کون لوگ مراد ہیں ان روایات میں جو احادیث اسلام میں آئی ہیں مختلف تعبیریں نظر سے گزرتی ہیں۔ بشمول ان کے امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اس سے مراد امّت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

یعنی وہ لوگ جو رسولِ اکرمؐ کے سچے پیروکار ہیں اور جو آنحضرتؐ کی تعلیمات میں کسی قسم کے رد و بدل، تغیّر، بدعت اور انحراف سے کنارہ کش ہیں۔

اسی بناء پر ایک اور حدیث میں رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ لَتَفْتَرِقَنَّ ہٰذِہِ الْاُمَّۃُ عَلٰی ثَلَاثَۃٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھَا فِی النَّارِ اِلَّا فِرْقَۃً ''وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّۃٌ یَھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ'' وَھٰذِہِ الَّتِی تَنْجُو مِنْ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ امّت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی کہ جو سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے کہ جن کی طرف خدا نے آیہ وممن خلقنا امة۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اشارہ کیا ہے صرف وہی اہلِ نجات ہیں۔

ہوسکتا ہے ۷۳ کا عدد کثرت یا بہتات کے لئے استعمال ہوا ہو اور مختلف گروہوں کی طرف اشارہ مطلوب ہو جو اسلام کی پوری تاریخ میں عجیب وغریب عقائد کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے رہے اور خوش قسمتی سے ان میں سے زیادہ تر ختم ہو گئے ہیں اور ''تاریخ عقائد'' کی کتب میں صرف ان کے نام رہ گئے ہیں۔ ایک اور حدیث میں جو اہلِ سنّت کے منابع میں حضرت علیؑ سے منقول ہے ہم پڑھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ان مختلف گروہوں کے ضمن میں جو آئندہ امّت اسلامی میں پیدا ہونے والے تھے۔ ارشاد فرمایا ہے:

وہ گروہ جو اہلِ نجات ہے وہ میرے شیعہ اور میرے مکتب کے پیروکار ہیں۔

قرآن میں حضرت علیؑ کے کچھ نام ہیں جن کو لوگ نہیں جانتے، ان میں سے ایک نام آپ کا ''موذن'' بھی ہے جو اس آیت ''فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ'' میں آیا ہے، علیؑ ہیں جو یہ ندا کریں گے اور کہیں گے: ''اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِوَلَایَتِی وَسْتَخَفُّوا بِحَقِّی'' اللہ کی لعنت ہو ان لوگوں پر جنہوں نے میری ولایت کو جھٹلایا اور میرے حق کو سبک سمجھا۔

شیعہ طریقوں سے بھی اس بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ جناب صدوق علیہ الرحمۃ نے اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے:

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو جنگ نہروان سے واپسی کے موقع پر معلوم ہوا

کہ معاویہ آپ کو کھلے بندوں گالیاں دیتا ہے اور آپ کے دوستوں کو قتل کر رہا ہے اس وقت حضرت نے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

دنیا و آخرت میں ندا کرنے والا میں ہوں جس کا خدا نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے کہ: فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ اَنْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ، میں وہ روزِ قیامت کا موذن ہوں، نیز اللہ نے فرمایا ہے: واذن من اللہ ورسولہ (حج کے موقع پر یہ ندا الہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہر ایک کے کان میں پہنچ جائے) یہ ندا کرنے والا بھی میرے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا۔

ہم نے جہاں تک سوچا کہ بروزِ قیامت حضرت علی علیہ السلام ندا کیوں کریں گے تو سمجھ میں آیا کہ:

اولاً

یہ کہ دنیا میں بھی خدا اور اس کے رسول کی طرف سے یہ منصب آپؑ کو ملا ہوا تھا کیونکہ فتح مکّہ کے بعد آپؑ کو یہ حکم ملا تھا کہ موسم حج میں سورۂ برأت کو تمام حاجیوں کے سامنے پڑھ کر اس طرح سنا دیں کہ اسے سب سن لیں اور ان سے یہ کہہ دیں: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (یہ ندا ہے خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف حج اکبر کے دن کہ خدا اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں)۔

دوسرے

یہ کہ اپنی تمام زندگی میں حضرت علی علیہ السلام کا جو مؤلف تھا وہ ظلم وستم سے مبارزہ اور جنگ کا موقف تھا۔ ایک ایسا موقف جس میں آپ ظالموں اور ستمگاروں کے برخلاف

مصروف پیکار رہے۔ کیونکہ آپؑ کی پوری زندگی میں یہ پہلو بہت درخشاں نظر آتا ہے کہ آپ کی زندگی ہمیشہ مظلوم کی حمایت اور ظالم سے عداوت میں صرف ہوئی ہے لیکن ان شرائط کے ساتھ جو اس عصر کا تقاضا تھا۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ آخرت کی زندگی، اسی دنیا میں انسانوں کی جو زندگی ہے اس کا ایک ترقی یافتہ نمونہ ہوگی۔ اس لئے کیا جائے تعجب ہے کہ اس دن کا مؤذن جو جنت اور دوزخ کے درمیان خدا اور رسول کی طرف سے ظالموں پر لعنت کی ندا کرے گا۔ وہ حضرت علی علیہ السلام ہی ہوں گے۔

ہماری بات سے مؤلف ''المنار'' کے اعتراض کا جواب معلوم ہو جائے گا جنہیں حضرت علی علیہ السلام کی اس فضیلت میں شک ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس بات کا حضرت علیؑ کے لئے فضیلت ہونا یقینی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ جس طرح حجِ اکبر کے موقع پر حضرت علیؑ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیابت میں سورۂ برأت کا تلاوت کرنا ان کے لئے عظیم فضیلت اور بڑے فخر کا سبب ہے اور جس طرح ظالموں اور سرکشوں سے نبرد آزما ہونا آپ کی نمایاں منقبت ہے، بالکل اسی طرح قیامت کے روز آپؑ کا اس منصبِ جلیل پر فائز ہونا جو فی الحقیقت آپؑ کے دنیاوی عہدوں کا تتمّہ ہوگا آپؑ کے لئے عظیم منقبت اور فضیلت کا باعث ہے۔

نیز گذشتہ سطور سے آلوسی مؤلف تفسیر ''روح المعانی'' کی بات کا جواب بھی معلوم ہو جائے گا۔ جنہوں نے کہا ہے کہ ان احادیث کا اہلِ سنت کی سندوں سے روایت ہونا ثابت نہیں ہے، کیونکہ ہم نے تحریر کیا ہے کہ ان احادیث کو شیعہ اور سنّی عالموں نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّی وَ نَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ۔ (سورۂ اعراف/آیت ۷۹)

{ترجمہ} ''اس کے بعد صالحؑ ان سے ٹل گئے اور (ان سے مخاطب ہو کر) کہا اے میری قوم (آہ) میں نے تو اپنے پروردگار کے پیغام تم تک پہنچا دیئے تھے اور تمہاری خیر خواہی کی تھی (اور اونچ نیچ سمجھا دیا تھا) مگر (افسوس) تم (خیر خواہ) سمجھانے والے کو اپنا دوست ہی نہیں سمجھتے۔''

[تفسیر] قوم کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت صالحؑ کا ان سے خطاب کرنا طبیعت بشری کا تقاضا تھا کہ ان کو زندہ فرض کر کے الزام دیا کہ اگر تم میری بات مان لیتے تو کاہے کو اس کی نوبت آتی ایسا ہی واقعہ ایک دفعہ حضرت رسولؐ کو بھی پیش آیا تھا، جنگ بدر کے مقتول مشرکین کی طرف آپؐ نے خطاب کر کے فرمایا تھا **''ھل و جدتم ما وعد ربکم حقا''** جو تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سو تم نے اس کو ٹھیک پایا۔'' الغرض حضرت صالحؑ اس واقعہ کے بعد مکّہ میں آئے اور عبادتِ خدا میں مشغول ہوئے اور وہیں وفات پائی

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ خدا نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ! تم جانتے ہو کہ اگلوں میں بدترین خلائق کون تھا؟ آپؑ نے عرض کی خدا اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا جس شخص نے صالحؑ کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے اور پچھلوں میں بدترین خلائق وہ شخص ہے جو تم کو قتل کرے گا ایک مشابہت ان دونوں میں یہ بھی ہے کہ جس عورت کے بہکانے سے قدار نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اس کا نام بھی قطامہ تھا اور ابن ملجم قاتل جناب امیرؑ کے بہکار نے والی کا نام بھی قطامہ تھا۔ (تفسیر ثعلبی)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ۔

(سورۂ اعراف/آیت ۱۷۲)

{ترجمہ} ''اور (اے رسولؐ وہ وقت بھی یاددلاؤ) جب تمہارے پروردگار نے آدم کی اولاد سے یعنی پشتوں سے (باہر نکال کر) ان کی اولاد سے خود ان کے مقابلہ میں اقرار کرالیا (پوچھا) کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں توسب کے سب بولے ہاں ہم اس کے گواہ ہیں (یہ ہم نے اس لئے کہا کہ ایسا نہ ہو) کہیں تم قیامت کے دن بول اٹھو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے۔''

[تفسیر] یہ اقرار عہد الست کا ہے جب دنیا میں کوئی موجود نہ تھا اور خدا نے محض اپنی خدائی کا اقرار نہ لیا تھا بلکہ حضرت رسولؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی امارت وولایت کا بھی اور وہ بھی محض انسانوں سے نہیں بلکہ فرشتوں سے بھی چنانچہ یہ حدیث اسی آیت کی تائید یا تفسیر میں وارد ہوئی۔ **قال رسول اللہ لو یعلم الناس متی سمی علی امیر المومنین ما انکروا افضلہ سمی امیر المومنین و أدم بین الروح و الجسد قال عزوجل و اذاخذ ربک من بنی أدم من ظهورهم ذریتهم و اشهده علیٰ انفسهم الست بربکم قالت الملآئکۃ بلی، و قال اللہ تعالیٰ انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیر کم۔**

(ترجمہ) ''حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ جانتے کہ علیؑ کا نام امیرالمومنین کب رکھا گیا تو اس کی فضیلت سے انکار نہ کرتے علیؑ امیرالمومنین اس وقت کہلائے جب آدمؑ کا جسد وروح درست نہ ہوا تھا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے **ربک من بنی أدم من ظهورهم ذریتهم و اشهده علی انفسهم الست بربکم۔** توفرشتوں نے کہا ہاں تب خدا نے فرمایا

کہ میں تمہارا پروردگار ہوں اور محمدؐ تمہارے نبی ہیں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں۔

(کتاب فردوس الاخبار، باب ۱۴ دیلمی)

❁

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔

(سورۂ انفال/آیت ۲۴)

{ترجمہ} ''اے ایماندارو جب تم کو (ہمارا) رسول (محمدؐ) ایسے کام کے لئے بلائے جو تمہاری روحانی زندگی کا باعث ہو تو تم خدا کے رسولؐ کا حکم دل سے قبول کرلو اور جان لو کہ خدا وہ قادر مطلق ہے کہ آدمی اور اس کے دل (ارادے) کے درمیان اس طرح آجاتا ہے اور یہ بھی (سمجھ لو) کہ تم سب کے سب اس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔''

[تفسیر] روحانی زندگی سے یا تو ایمان مراد ہے جس سے دنیا و دین دونوں کی زندگی ہے یا جہاد مراد ہے جو زندگیٔ جاوید کا باعث ہوتا ہے اور علامہ ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؑ کی ولایت ہے اور یہی قرین قیاس ہے واللہ اعلم اور دل کے ارادے کے درمیان یعنی اگر وہ چاہے تو دل کو پلٹ دے یا یہ کہ اگر چاہے تو جو کام انسان کرنا چاہتا ہے اس کو نہ کرنے بلکہ خلاف ہو جائے چاہتا کچھ تھا، ہو گیا کچھ، اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے: **عرفت ربی بفسخ العزائم۔** میں نے اپنے پروردگار کو ارادہ کے ٹوٹ جانے سے پہچانا۔

❁

هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ۔ (سورۂ انفال/آیت ۶۲)

{ترجمہ} ''(اے رسولؐ) وہی تو وہ خدا ہے جس نے اپنی خاص مدد اور

مومنین سے تمہاری تائید کی۔''

[تفسیر] ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے: ''**قال مکتوب علی العرش لا الٰہ الّا اللہ انا وحدہ شریک لی محمدؐ عبدی و رسولی ایدتہ بعلیؑ و ذلک قولہ ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین۔**'' کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں یکتا ہوں' میرا کوئی شریک نہیں، محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسولؐ ہے میں نے اس کی علیؑ سے مدد کی۔ اور یہی مطلب **ھو الذی ایدک الایۃ** کا ہے اور یہی روایت ابن عدی و ابن عساکر نے انس سے بھی کی ہے اور کتاب زین الفتی میں بھی مذکور ہے۔

❁

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ (سورۂ انفال/آیت ۶۷)

{ترجمہ} ''کوئی بھی جب تک کہ روئے زمین پر (کافروں) خون نہ بہائے اس کے یہاں قیدیوں کا رہنا مناسب نہیں۔ تم لوگ تو دنیا کے ساز وسامان کے خواہاں ہو۔ اور خدا (تمہارے لئے) آخرت (کی بھلائی) کا خواہاں ہے اور خدا زبردست حکمت والا ہے۔

[تفسیر] ملّا عبدالرزاق محدّث حنبلی نے اپنی کتاب 'عزیز الدّین' میں روایت کی ہے کہ یہ آیت خاص حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔

کتاب خصائل میں حضرت رسولِ اکرمؐ سے اس طرح مروی ہے:۔

من سرہ ان یحیا حیاتی و یموت مماتی و یسکن جنتی التی و اعدنی اللہ ربی، جنات عدن۔۔۔۔۔۔ فلیو ال علی بن ابی طالب علیہ اسلام و ذریتۃ علیہم

السلام من بعدہ۔

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس زندگی مجھ جیسی اور موت بھی مجھ جیسی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالب اوران کی اولاد سے محبت کرے۔''(۱)

❁

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ۔ (سورۂ توبہ/آیت ۱۲)

{ترجمہ} ''اور اگر یہ لوگ عہد کر چکنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں تم کو طعنہ دیں تو تم کفر کے سربرآوردہ لوگوں سے خوب لڑائی کرو۔ ان کی قسموں کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں تاکہ یہ لوگ اپنی شرارت سے باز آئیں۔''

[تفسیر] ابن عباس سے مروی ہے کہ آئمہ کفر سے ابوسفیان، حارث، سہل اور عکرمہ مراد ہیں اور حذیفہ سے روایت ہے کہ یہ لوگ ابھی ظاہر نہیں ہوئے اوران سے ایک ولی خدا لڑے گا۔ اسی بناء پر جنگ جمل میں حضرت علیؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی، اور فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تم ناکثین بیعت کے توڑنے والوں اہل جمل اور قاسطین عدول کرنے والوں اہل صفین اور مارقین خوارج اہلِ نہروان سے جنگ کروگے۔

❁

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

(۱) نوالثقلین، جو، ص۱۴۲ بحوالہ کتاب خصال۔

بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ۔ (سورۂ توبہ، آیت ۱۷)

{ترجمہ} ''مشرکین کا یہ کام نہیں کہ جب وہ اپنے کفر کا خود اقرار کرتے ہیں تو خدا کی مسجدوں کو (جا کر) آباد کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا کیا کرایا سب اکارت ہوا اور یہ لوگ ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔''

❁

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

(سورہ توبہ، آیت ۱۹)

{ترجمہ} ''کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور مسجد الحرام (خانۂ کعبہ) کی آبادی کو اس شخص کے ہمسر بنا دیا ہے جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہیں اور خدا ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔''

[تفسیر] ایک دن حضرت عباس اور حضرت طلحہ بن شیبہ باہم فخر کر رہے تھے اور ہر ایک اپنے کو دوسرے سے افضل کہہ رہا تھا۔ طلحہ نے کہا: ''میں تم سے زیادہ فضیلت رکھتا ہوں کیونکہ خانۂ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہے گویا میں اس کا مالک ہوں۔'' حضرت عباس بولے: ''میں تم سے افضل ہوں کیونکہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔'' اتنے میں حضرت علیؑ کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''میں تم دونوں سے افضل ہوں کیونکہ میں نے تمام عالم سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور ایمان لایا، خدا کی راہ میں جہاد کیا حتّیٰ کہ یہ تینوں جھگڑتے ہوئے حضرت رسولؐ کی خدمت میں پہنچے اور فیصلہ کے خواستگار ہوئے۔ اس وقت یہ آیت **اجعلتم** سے **اجر عظیم** تک نازل ہوئی اور خدا نے سمجھا دیا کہ حضرت علیؑ سب سے افضل

ہیں۔ تفسیر دُرِّ منثور جلد ۳، ص ۲۱۹، سطر ۱۔ اور اس روایت کو اور بہت سے لوگوں نے مثل واحدی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

❁

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(سورۂ توبہ/آیت ۴۰)

{ترجمہ} ''اگر تم اس رسولؐ کی مدد نہ کرو گے تو (کچھ پرواہ نہیں خدا مددگار ہے) اس نے تو اپنے رسولؐ کی اس وقت مدد کی جب اس کو کفّار مکّہ نے (گھر سے) نکال باہر کیا (اس وقت صرف دو آدمی تھے اور) دوسرے (رسولؐ) تھے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے جب اپنے ساتھی کو (اس کی گریہ وزاری پر) سمجھا رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں خدا یقیناً ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے ان پر اپنی (طرف سے) تسکین نازل فرمائی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر سے ان کی مدد کی جن کو تم لوگوں نے دیکھا تک نہیں اور خدا نے کافروں کی بات نیچی کر دکھائی اور خدا ہی کا بول بالا ہے اور خدا تو غالب حکمت والا ہے۔''

[تفسیر] جب کفّار نے طرح طرح کی اذیتوں کے بعد آپؐ کے قتل کا حتمی ارادہ کر لیا تو آپؐ نے اپنی جگہ حضرت علیؑ کو رکھ، حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر مکّہ کو خیر باد کہا اور ہجرت کی سب سے پہلے ایک غار مین جا چھپے۔ یہ کوئی گڑھا نہیں بلکہ جبلِ ثور جو مکّہ معظّمہ سے داہنی جانب دو کوس کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے، اس کی چوٹی پر ایک چھوٹے سے گنبد کی طرح

اندر سے خالی ایک گول پتھر ہے۔اسی میں ایک طرف سے قدرتی ایک دروازہ بھی تھا جو زیادہ سے زیادہ وقریب ڈیڑھ بالشت کے لمبا چوڑا تھا۔اسی مختصر دروازہ سے حضرت رسولؐ وابوبکر اس کے اندر پہنچے،اوراس کے اندر بس اتنی گنجائش ہے کہ ایک پست قد آدمی کھڑا ہوسکے۔اور خدانے فوراً ہی اس کے دروازہ پر ببول کا خاردار درخت اگادیا اورمکڑی نے جالاتن دیا،کبوتر نے انڈے بھی دے دیئے جس سے کفار کو کسی طرح آپؐ کے اندر ہونے کا وہم بھی نہ ہوا۔ اب اس چھوٹے دروازے کے مقابل لوگوں نے اس میں دوسرا دروازہ بھی بنالیا ہے جس سے لوگ آتے جاتے ہیں۔غرض عامر بن فہراپنی گوسفندوں کو وہاں مکّہ سے چرانے لاتا اور دونوں ان کا دودھ پی لیتے۔اسی طرح تین روز گزرے اور جب کفار کی طرف سے اطمینان ہواتوحضرت علیؑ سواریاں اورراستہ بتانے والے(Guide) لےکررات کوحاضر ہوئے اور آپ حضرت ابوبکرکوساتھ لےکرمدینہ روانہ ہوئے۔

❁

عَفَااللّٰهُ عَنۡکَ ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَتَعۡلَمَ الۡکٰذِبِیۡنَ۔ (سورۂ توبہ/آیت ۴۳)

{ترجمہ} ''(اےرسولؐ) خداتم سے درگزر فرمائےتم نے انہیں (پیچھے رہ جانے کی) اجازت ہی کیوں دی تاکہ (تم اگرایسانہ کرتےتو) تم پر سچ بولنے والے(الگ) ظاہر ہوجاتے اورتم جھوٹوں کوالگ معلوم کرلیتے۔''

[تفسیر] چونکہ منافقین کی دلی تمنّا تھی کہ کسی طرح سفر تبوک نہ پیش آئے۔اسی وجہ سے طرح طرح کی باتیں بناتے۔چنانچہ جب حضرت رسولؐ چلنے پر تیار ہوئے تو یہ لوگ کہنے لگے:''تبوک تو یہاں سے بہت دور سرحد روم کے قریب ہے۔جب یہ لوگ وہاں پہنچیں گے مدینہ خالی ہوجائے گا تو ہم لوگ خوب ان کے گھر لوٹیں گے ان کی عورتوں بچّو کو قیدی

بنائیں گے۔'' خدانے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ آپؐ کومطلع کردیا۔آپؐ نے کہا:''پھرکیا تدبیر کرنی چاہئے؟'' حکم ہوا،وہاں جنگ کی نوبت نہ آئے گی،صلح ہوجائے گی۔تم اپنا نائب علیؑ کوکرکے چلے جاؤ،اوراہلبیتؑ اورمحراب منبرکواس کے سپرد کردو۔غرض آپؐ جب یہ تدبیر کر کے روانہ ہوئے توان کو دوسرا شگوفہ ہاتھ آیا کہنے لگے:''چونکہ رسولؐ علیؑ سے ناراض تھے، اس وجہ سے جنگ میں نہیں لے گئے اورعورتوں بچّوں میں چھوڑ گئے۔'' جب حضرت علیؑ نے یہ جملہ سنا تو بہت شاق ہوا۔اور مسلّح ہوکرروتے ہوئے حضرت رسولؐ کے پاس پہنچے۔آپؐ نے دیکھتے ہی پوچھا:''تم نے مدینہ کوخالی چھوڑ دیا!'' عرض کی:''منافقین کے طعنہ نے چھڑایا۔'' آپؐ نے فرمایا:''اے علیؑ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم میرے وصی،وزیراورخلیفہ بنو۔تمہارا گوشت میرا گوشت ہے،تمہارا خون میرا خون ہے۔ **اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی** ''کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ مجھ سے تم کووہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔مگرفرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

ایسی آیت کواگرہم مذکورہ حدیث سے ملاکردیکھیں کہ جس میں آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی،خلیفہ اورجانشین قراردیا ہےتو واضح ہوجاتا ہے کہ صاحب 'المنار' کی متعصّبانہ گفتگو کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

یہ بحث ہم اس نکتے پرختم کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے خوداپنے ارشادات میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں پہلا مومن،پہلا مسلمان اوررسولؐ اللہ کے ساتھ پہلا نماز گزار ہوں۔اوراس سے آپؐ نے اپنے مقام وحیثیت کوواضح کیا ہے۔یہ بات آپؐ سے بہت سی کتب میں منقول ہے۔

❁

وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ (سورۂ توبہ/آیت ۷۱)

{ترجمہ} ''اور ایمان دار مرد اور ایماندار عورتیں ان میں سے بعض کے بعض رفیق ہیں۔ لوگوں کو اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر خدا عنقریب رحم کرے گا۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔''

[تفسیر] ترندی اور نسائی میں روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تم کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور دشمن نہیں رکھتا مگر منافق۔ اور بعض اصحاب کا قول ہے کہ حضرت رسولؐ کے زمانہ میں مومن و منافق کو حضرت علیؑ کی محبت سے پہچانتے تھے۔

وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِينَ فِيهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ (سورۂ توبہ/آیت ۱۰۰)

{ترجمہ} ''اور مہاجرین و انصار میں سے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیک نیتی سے (قبول ایمان میں) ان کا ساتھ دیا، خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش اور ان کے واسطے خدا نے وہ ہرے بھرے) باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تیاری کر رکھے ہیں اور ہمیشہ ابدالاباد تک ان میں رہیں گے یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

[تفسیر] جب حضرت رسولؐ کو کفّار مکہ نے بہت ستایا تو آپؐ اپنا اصلی وطن مکہ

چھوڑ کر مدینہ میں جا بسے۔ اسی کا نام ہجرت ہے اور اسی سے ہجری سنہ کی ابتدا ہوتی ہے اور جو پردیسی مسلمان گھر بار چھوڑ کر رسولؐ کے ساتھ جا بسے مہاجر کہلائے اور ان پردیسیوں کی مدینہ کے جن تازہ مسلمانوں نے خبر لی وہ انصار کہلائے۔ ان آیات میں دونوں قسم کے لوگوں کی مدح ہے مگر سب کی نہیں، ان میں جو لوگ پہلے ایمان لائے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ سے پہلے کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لایا۔ چنانچہ خود حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ دوشنبہ کو نبی ہوئے اور سہ شنبہ کو میں ایمان لایا، اس کے علاوہ معاویہ کے جواب میں ایک یہ شعر تحریر فرمایا تھا:

سبقتکم الی الا سلام طرا　　غلاما ما بلغت او ان حلمی

''میں تمام اہل اسلام سے پہلے اس وقت ایمان لایا جب سنِ بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا''۔ اسی پر اہلِ اسلام کا اتفاق ہے۔ کوئی اس کا مخالف نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان صفات کے مستحق اصلی طور پر حضرت علیؑ ہی ہیں۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهٖ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَاٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

(سورۂ توبہ/آیت ۱۲۰)

{ترجمہ} ''مدینے کے رہنے والوں اور ان کے گرد و نواح دیہاتیوں کو یہ جائز نہ تھا کہ رسولِ خدا کا ساتھ چھوڑ دیں اور نہ یہ (جائز تھا) کہ رسولؐ کی جان سے بے پرواہ ہو کر اپنی جانوں کے بچانے کی فکر کریں۔ یہ حکم

اس سبب سے تھا کہ ان (جہاد کرنے والوں) کو خدا کی راہ میں تکلیف پیاس کی یا محنت یا بھوک کی شدّت کی پہنچتی ہے یا ایسی راہ چلتے ہیں جو کفّار کے غیظ وغضب کا باعث ہو یا کسی دشمن سے کچھ یہ لوگ حاصل کرتے ہیں تو بس اس کے عوض میں (ان کے نامۂ عمل میں) ایک نیک کام لکھ دیا جائے گا۔ بے شک خدا نیکی کرنے والوں کا اجر (وثواب) برباد نہیں کرتا۔

[تفسیر] ابن مردویہ نے ابن عباس سے اور ابن عساکر نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

(سورۂ توبہ/آیت ۱۲۲)

{ترجمہ} "اور یہ (بھی) مناسب نہیں کہ کل کے کل (اپنے گھروں سے) نکل کھڑے ہوں۔ ان میں سے ہر گروہ کی ایک جماعت (اپنے گھروں سے) کیوں نہیں نکلتی تا کہ علمِ دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کے آوے تو ان کو (عذابِ آخرت سے) ڈرائے تا کہ یہ لوگ ڈریں۔"

[تفسیر] اسی بناء پر فقہ واجتہاد کا حاصل کرنا واجب کفائی قرار دیا گیا ہے اور حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ علمِ دین کا سیکھنا ہر ایماندار عورت مرد پر فرض ہے اور جناب امیرؑ فرماتے ہیں: "لوگو! دین کا کمال علمِ دین کے حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے ہوتا ہے تم پر مال کی تلاش سے علم کی طلب زیادہ واجب ہے۔" ازیں قبیل علم کے فضائل

میں سینکڑوں حدیثیں ہیں۔

وَأَوْحَيْنَا إِلٰى مُوْسٰى وَأَخِيْهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۂ یونس/آیت ۸۷)

{ترجمہ} "اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی (ہارونؑ) کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے (رہنے سہنے کے) لئے گھر بنا ڈالو اور اپنے اپنے گھروں ہی کو مسجدیں قرار دے کر پابندی سے نماز پڑھو اور مومنین کو (نجات کی) خوشخبری دے دو۔"

[تفسیر] "ابن عساکر نے حضرت ابو رافع سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسولؐ نے خطبہ میں فرمایا کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ وہارونؑ کو حکم دیا تھا کہ اپنے اور اپنی قوم کے لئے اپنے اپنے گھروں ہی کو مسجدیں بنالو اور اے موسیٰؑ تمہاری مسجد میں ہارون اور ان کی اولاد کے سوا نہ کوئی جنب ہو کر شب باش ہو اور نہ عورتوں سے مقاربت کرے، اسی طرح میری اس مسجد میں تمام امّت میں سے علیؑ اور اس کی اولاد کے سوا کسی کو اس کی اجازت نہیں کہ اس میں جنب ہو کر شب باش ہو یا اس میں عورتوں کے پاس جائے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰى إِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ أَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ إِنَّمَآ أَنْتَ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔

(سورۂ ہود/آیت ۱۲)

{ترجمہ} "تو جو چیز تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے ان میں سے بعض کو (سنانے کے وقت) شاید تم فقط اس خیال سے چھوڑ دینے والے

ہوااور تم تنگ دست ہو کہ مبادا یہ لوگ کہہ بیٹھیں کہ ان پر خزانہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ یا (ان کی تصدیق کے لئے) ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا تو تم صرف (عذاب سے) ڈرانے والے ہو (تمہیں ان کا خیال نہ کرنا چاہئے) اور خدا ہر چیز کا ذمہ دار ہے۔''

شانِ نزول

ان آیات کے لئے دوشانِ نزول مذکور ہیں جو ممکن ہے دونوں صحیح ہوں۔

پہلا یہ کہ کفّار مکّہ کا ایک گروہ پیغمبر اکرمؐ کے پاس آیا وہ کہنے لگے: اگر سچ کہتے ہو کہ تم خدا کے پیغمبرؐ ہو تو مکّہ کے پہاڑ ہمارے لئے سونے کے کر دو یا فرشتے لے آؤ جو تمہاری نبوت کی تصدیق کریں۔ چنانچہ ان کے جواب میں مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔

دوسری شانِ نزول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: میں نے خدا سے درخواست کی ہے کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان برادری اور اخوت قائم کرے اور یہ درخواست قبول ہوگئی ہے۔ نیز میں نے یہ درخواست کی ہے کہ تمہیں میرا وصی قرار دے اور یہ درخواست بھی مستجاب ہوئی ہے۔

جس وقت یہ گفتگو بعض مخالفین کے کانوں تک پہنچی تو عداوت و دشمنی کی بناء پر کہنے لگے خدا کی قسم ایک خشک مشک میں ایک من خرما بہتر ہے اس سے جو محمدؐ نے اپنے خدا سے درخواست کی ہے۔ (اگر وہ سچ کہتا ہے تو) اس نے کیوں خدا سے درخواست نہیں کی کہ دشمنوں کے خلاف مدد کرنے کے لئے کوئی فرشتہ نازل فرمائے یا کوئی خزانہ جو اسے فقر و فاقہ سے نجات دلائے۔

لہٰذا مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں تا کہ دشمنوں کو جواب دیا جا سکے۔

قرآن — ایک معجزۂ جاوداں

ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ بعض اوقات دشمنوں کی شدید مخالفت اور ہٹ دھرمی کی بناء پر بعض آیات کی تبلیغ کسی بعد کے موقع کے لئے ملتوی رکھتے تھے۔

لہٰذا زیرِ بحث پہلی آیت میں خداوندِ عالم اس بیان کے ساتھ اپنے پیغمبرؐ کو اس کام سے منع فرماتا ہے: گویا بعض آیات کی تبلیغ کہ جن کی تم پر وحی ہوتی ہے، ترک کر دیتے ہو اور اس لحاظ سے تمہارا دل تنگ اور مضطرب ہو جاتا ہے (**فلعلّک تارک بعض مایوحیٰ الیک وضائق به صدرک**) اور اس بات سے ناراحت ہو جاتے ہو کہ شاید وہ تجھ سے من پسند معجزات کی خواہش کریں، اور ''کہتے ہیں کیوں اس پر خزانہ نازل نہیں ہوا یا کیوں اس کے ہمراہ فرشتہ نہیں آیا''۔ (**ان یقولوا لولا انزل علیه کنز او جاء معه ملک**) البتہ جیسا کہ قرآن کی دوسری آیات سے مثلاً سورۂ بنی اسرائیل کی آیہ ۹۰ تا ۹۳ سے معلوم ہوتا ہے۔

❁

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (سورۂ یوسف/آیت ۱۰۸)

{ترجمہ} ''(اے رسولؐ) ان سے کہہ دو کہ میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں (لوگوں کو) خدکی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرا پیرو (دونوں) مضبوط دلیل پر ہیں اور خدا (ہر عیب و نقص سے) پاک و پاکیزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔''

[تفسیر] یہ تو ظاہر ہے اور کوئی اس کا منکر نہیں کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ کو بچپن ہی میں اپنی پرورش و پرداخت میں لے لیا تھا اور ہر وقت سائے کی طرح ساتھ رہتے

تھے، یہاں تک کہ جب حضرت رسولؐ خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے تو سب سے پہلے آپؑ پر ایمان لانے والے بھی یہی تھے۔ جب آیہ ''وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ'' نازل ہوئی اس وقت بھی آپؑ ہی نے سب پر سبقت کی۔ پھر اسلام کو عروج ہوا اور جہاد کا حکم ہوا اس وقت تکلیف و آرام میں آپؑ کے سوا دوسرا ساتھ دینے والا نہ تھا۔ ان تمام باتوں سے صاف واضح ہے کہ رسولؐ کا سچّا تابعدار اور پیرو حضرت علیؑ کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا اور اس آیت میں مَنِ اتَّبَعَنِیْ کا مصداق آپؑ کے سوا کوئی اور نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے بصیغۂ واحد فرمایا۔ ورنہ اور لوگ بھی مراد ہوتے، تو والَّذِیْنَ اتَّبَعُوْنِیْ فرماتا۔

❁

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ (سورۂ رعد/آیت ۴)

{ترجمہ} ''اور خود زمین میں (دیکھو) بہت سے ٹکڑے باہم ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ اور کھیتی اور خرموں کے درخت۔ بعض کی ایک جڑ اور دوشاخیں اور بعض اکیلا (ایک ہی شاخ کا) حالانکہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں۔ اور پھلوں میں بعض کو بعض پر ہم ترجیح دیتے ہیں بے شک جو عقل والے ہیں ان کے لئے اس میں (قدرت خدا کی) بہترین نشانیاں ہیں۔''

[تفسیر] جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو کہتے ہوئے سنا: دنیا کے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ اور اے علیؑ تو اور میں ایک درخت سے ہیں۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی، و جنّات و زرع۔ (تفسیر ثعلبی فاتحہ سابعہ)۔ غالباً

یہ اشارہ اسی حدیث کی طرف ہے جس کو آپؐ نے فرمایا ہے۔ انا و علی من نور واحد۔

❁

اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۔ (سورۂ رعد/آیت ۸)

{ترجمہ} ''ہر مادہ جو کہ پیٹ میں لئے ہوئے ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے اور بچّہ دانوں کا گھٹنا بڑھنا (بھی وہی جانتا ہے) اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازے سے ہے۔''

[تفسیر] ابن مردویہ ابن جریر اور ابونعیم نے معرفت میں اور دیلمی، ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کی ہے کہ جب آیۃ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے اپنے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھا، اور فرمایا، انا منذر یعنی میں ڈرانے والا ہوں، پھر اپنے ہاتھ سے علیؑ کے شانہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اَنْتَ الْهَادِیْ یَا عَلِیُّ بِکَ یَهْتَدِی الْمُهْتَدُوْنَ بَعْدِیْ۔ اے علیؑ تم ہی ہدایت کرنے والے ہو اور میرے بعد تمہارے ہی ذریعے سے ہدایت یافتہ لوگ ہدایت پائیں گے اور اسی روایت کو باختلاف الفاظ ابن مردویہ نے ابو برزہ اسلمی سے اور ضیاء فی المختار نے ابن عباس سے اور عبداللہ ابن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے بھی روایت کی ہے اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے خود حضرت علیؑ سے یہی روایت کی ہے۔

اس سے فقط حضرت علیؑ کی امامت و خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوئی بلکہ دوازدہ امام کی امامت کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔ اور رسولؐ نے اس کو منحصر کردیا ذات علیؑ میں۔ تو قیامت تک ہر قوم کے ہادی حضرت علیؑ ہوں گے یا ان کی اولاد۔

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ۔ (سورۂ رعد/آیت ۱۹)

{ترجمہ} (اے رسولؐ) بھلا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے بالکل ٹھیک ہے کبھی اس کے برابر ہوسکتا ہے جو مطلق اندھا ہے (ہرگز نہیں اس سے تو) بس کچھ سمجھ دار ہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

[تفسیر] علامہ ابن مردویہ نے جو اہلِ سنت کے ایک بڑے عالم ہیں، ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس شخص سے علیؑ بن ابی طالب مراد ہیں۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔ (سورۂ رعد/آیت ۴۳)

{ترجمہ} ”اور (اے رسول) کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو تو تم (ان سے) کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے، کافی ہیں۔“

[تفسیر] اکثر مفسّرین اس کے قائل ہیں کہ اس شخص سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں چنانچہ عاصمی نے زین الفتیٰ میں ذکر کیا ہے۔ اور ثعلبی نے عبداللہ بن عطا سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام کہتے تھے کہ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں اور اسی وجہ سے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ۔ مجھ سے میرے مرنے کے قبل جو چاہو پوچھو۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کی شان میں

نازل ہوئی مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے اپنی کتاب ناسخ میں سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ کہ جب ان سے پوچھا کہ من عندہ علم الکتاب سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں تو کہنے لگے یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے۔ اس سے بالاتر سنئے کہ ابن منذر نے شعبی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام کی شان میں کوئی آیت ہی نہیں نازل ہوئی۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ۔ (سورۂ ابراہیم/آیت ۲۴)

{ترجمہ} ”(اے رسولؐ) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اچھی بات (مثلاً کلمۂ توحید) کی کیسی (اچھی) مثال بیان کی ہے کہ (اچھی بات) گویا ایک پاکیزہ درخت ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی ٹہنیاں آسمان میں (لگی) ہوں۔“

[تفسیر] ایک حدیث میں حضرت رسولؐ سے روایت ہے کہ اس درخت کی جڑ میں ہوں اور علیؑ اس کی ڈال اور آئمہ اس کی شاخیں اور ہمارا علم اس کے پھل، اور مومنین شیعہ اس کے پتے ہیں۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ۔

(سورۂ حجر/آیت ۳)

{ترجمہ} ”(اے رسولؐ) انہیں ان کی حالت پر رہنے دو کہ کھا (پی) لیں

اور (دنیا کے چندروز) چین کرلیں اور (ان کی) تمنائیں انہیں کھیل تماشے
میں لگائے رہیں۔ عنقریب ہی (اس کا نتیجہ) انہیں معلوم ہوجائے گا۔“

[تفسیر] اسی وجہ سے جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں تمہاری نسبت دو چیزوں سے بہت ڈرتا ہوں ایک تو نفسیاتی خواہش کی پیروی سے کیونکہ یہ قلب کو بند کردیتی ہے اور حق سے باز رکھتی ہے۔ دوسرے آرزوؤں کی درازی سے کیونکہ یہ آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

❁

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ۔ (سورۂ حجر/آیت ۴۱)

{ترجمہ} ”خدا نے فرمایا کہ یہی راہ سیدھی ہے کہ مجھ تک (پہنچتی) ہے۔“

[تفسیر] ”یہ ترجمہ قرآن کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے لیکن اس میں علاوہ بھونڈے معنے ہونے کے ایک بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اس صورت میں ایک نیا جملہ محذوف ماننا پڑے گا۔ چنانچہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اصل اس کی یوں ہوگی: **هذا صراط علی حق علیٰ ان اراعیه**۔ حالانکہ محذوف ماننا اور وہ بھی جملہ کا ہر عبارت کے لئے عیب ہے خصوصاً قرآن کے واسطے تو کسی طرح جائز ہی نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اس صورت میں خدا پر لحاظ وخیال کرنے کا وجوب ثابت ہوگا حالانکہ اہلسنت کسی چیز کو خدا پر واجب نہیں کہتے۔ ان ہی خرابیوں پر نظر کر کے بعض قراء نے **هذا صراط علی مستقیم** پڑھا ہے اور اس کو بیضاوی نے ذکر کیا ہے، اس بناء پر **علیٰ فعیلٌ** کے وزن پر بلند کے معنے میں ہوگا اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بلند راستہ سیدھا ہے حالانکہ یہ توجیہہ بھی صحیح نہیں کیونکہ راستہ کی خوبی سیدھا ہونا ہے نہ بلند ہونا اس کے علاوہ بلندی ایک نسبتی اور اضافی چیز ہے پستی ہو تو بلندی ہو اور جب پستی بلندی دونوں پائی گئیں تو راستہ سیدھا ہو ہی نہیں سکتا اور جب یہ دونوں صورتیں صحیح نہ رہیں تو اب تیسری قرأة **هذا صراطُ علیٍّ مستقیم** کی صحت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا اور اس میں نہ

کوئی لفظی خرابی لازم آتی ہے نہ معنوی اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ علیؑ کی راہ سیدھی راہ ہے۔ اور اس میں خدا کی طرف سے حضرت علیؑ کے نام کی تصریح اور اعلان عام ہے کہ حضرت ہی کا دین سیدھا اور مستقیم ہے اور ان ہی کے پیرو سیدھے جنت میں پہنچیں گے اور یہ آپ کا شرف عظیم اور فخر جسیم ہے اور یہی تفاسیر اہلبیتؑ کا بھی منشاء ہے اور اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ اس آیت کو یوں ہی پڑھتے اور کہتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ علیؑ ابن ابی طالب کی راہ ہے اور اس کا دین سیدھا دین اور راستہ ہے پس ان ہی کی پیروی کرو اور اسی کو تھامے رہو کیونکہ اس میں کوئی کمی نہیں۔

❁

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ۔

(سورۂ حجر/آیت ۴۷)

{ترجمہ} ”اور (دنیا کی تکلیفوں سے) جو کچھ ان کے دل میں رنج تھا
اس کو بھی ہم نکال دیں گے اور یہ باہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے
تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی۔“

[تفسیر] ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب رسالت مآبؐ سے عرض کی کہ میں آپ کے نزدیک محبوب ہوں یا فاطمہؑ۔ آپ نے فرمایا: ”وہ زیادہ محبوب ہے اور تم زیادہ عزیز ہو اور گویا میں تمہارے ساتھ حوضِ کوثر پر ہوں اور تم وہاں سے لوگوں کو ہٹا رہے ہو اور حوضِ کوثر پر آسمان کے ستاروں کے شمار میں ٹونٹی دار کنٹر رکھے ہیں اور تم حسنؑ حسینؑ فاطمہؑ عقیل اور جعفر بہشت میں ہو اور ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے اور تم میرے ساتھ ہو اور تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اس وقت آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے تمام اصحاب میں بھائی چارہ

قرار دیا اور جناب امیرؑ کو چھوڑ دیا تو آپ نے حضرت رسولؐ سے عرض کی: ''یارسول اللہ جب میں نے دیکھا کہ آپؐ نے میرے سوا اصحاب میں بھائی چارہ قرار دیا تو ناامیدی اور یاس کی وجہ سے میری روح نکلنے لگی اور میری کمر ٹوٹ گئی تو اگر یہ کسی خفگی کی وجہ سے ہے تو معاف فرمایئے۔'' آپ نے فرمایا: ''اے علیؑ قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ میں نے تمہیں صرف اپنے واسطے پیچھے کیا ہے تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰ کے نزدیک ہارون اور تم میرے وارث ہو۔'' حضرت علیؑ نے عرض کی: ''میں آپ کا کس چیز میں وارث ہوں گا؟'' آپ نے فرمایا: ''جن چیزوں میں انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔'' پھر پوچھا: ''آخر انبیاء کے وارث کن کن چیزوں کے ہوتے ہیں؟'' فرمایا: ''خدا کی کتاب اور نبی کی حدیث کے، اور تم میرے ساتھ میرے قصر میں جنّت میں فاطمہؑ کے ساتھ رہو گے اور تم میرے بھائی اور میرے رفیق ہو۔'' اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: ''ہم سب باہم خدا کے بارے میں دوست ہیں کہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہو گا۔''

❁

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ۔ (سورۂ حجر/آیت ۷۵)

{ترجمہ} ''اس میں شک نہیں کہ اس میں (اصلی بات کے) تاڑ جانے والوں کے لئے قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔''

[تفسیر] توسم کے اصل معنے تفرس اور جلد سمجھنے کے ہیں مگر میں نے محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ اپنی عقل اور سمجھ سے غور و تامل کر کے پہچاننے والے اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے قدرت خدا کی نشانیاں ہیں۔ اور اس کی تفسیر میں جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ اصل متوسم حضرت رسولؐ تھے اور پھر میں ہوں اور میرے بعد ائمہ معصومین متوسم ہیں۔ اور اسی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

روایت ہے کہ جب امام عصرؑ ظہور کریں گے تو ہر شخص کو اس علامت کی وجہ سے جو خدا نے مقرر کی ہے پہچان لیں گے کہ نیک ہے یا بد۔

❁

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل/آیت ۷۱)

{ترجمہ} ''اس دن کو یاد کرو جب ہم تمام لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے تو جس کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگ (خوش خوش) اپنا نامۂ عمل پڑھنے لگیں گے اور ان پر ریشہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

[تفسیر] ''ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے اس آیت **یوم ندعوا کل اناس بامامھم** کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: **یدعی کل قوم بامام زمانھم و کتاب ربھم و سنة نبیّھم** کہ ہر قوم کو اپنے زمانے کے امام اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنّت کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس سے بھی صاف ثابت ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور اس بناء پر اس وقت امام عصر کا موجود رہنا بھی ضروری ہوا۔

❁

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

(سورۂ بنی اسرائیل/آیت ۷۹)

{ترجمہ} ''اور رات کے خاص حصّہ میں نماز تہجد پڑھا کرو۔ یہ سنّت تمہاری (خاص) فضیلت ہے قریب ہے کہ قیامت کے دن خدا تم کو مقام محمود تک پہنچائے۔''

[تفسیر] ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت رسولؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے چلے تو خدا کا یہ حکم پہنچا، غرض آپؐ نے یہ دعا کی اور خدا نے اسے قبول فرمایا اور یوں سچ کر دکھایا کہ جب مکّہ فتح ہوا تو آپ خانۂ کعبہ میں تشریف لائے اور بتوں سے پاک کیا۔ چنانچہ اس وقت کے واقعہ کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری سے یوں بیان کیا ہے کہ جب ہم مکّہ میں رسول اللہ کے ساتھ داخل ہوئے اور خانۂ کعبہ میں آئے تو تین سو ساٹھ بت جو خانۂ کعبہ کے گرد عرب کے مختلف قبیلوں کے پوجنے کے واسطے نصب تھے حضرت رسولؐ نے ان کے گرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ سب بت گرائے گئے۔ آخر ایک بہت بڑا بت جس کا نام ہبل تھا اور اوپر نصب تھا باقی رہ گیا۔ جب اس کو آپ نے دیکھا تو حضرت علیؑ سے فرمایا: ''تم میرے شانے پر چڑھو، یا میں تمہارے شانے پر چڑھوں اور اس کو گراؤں۔'' حضرت علیؑ نے عرض کی: ''آپ میرے شانے پر سوار ہوں''، غرض رسول اللہ حضرت علیؑ کے شانے پر چڑھے تو حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ''مجھے اس وقت نبوّت کا بار بہت گراں گزرا اور مجھ سے یہ بھی نہیں ممکن تھا کہ آپ کو حرکت دے سکوں۔'' تب آپؐ اتر گئے اور مجھے اپنے شانے پر سوار کیا، غرض جب میں سوار ہوا تو خدا کی قسم میں نے اپنے کو اس قدر بلند پایا کہ اگر چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا، سچ ہے ؎

علیؑ بر دوش احمدؐ چشم بددور
عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

آخر میں نے ہبل کو اُکھاڑ کر زمین پر پھینکا اور حضرت رسولؐ نے فرمایا:

جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اس کے بعد میں آپ کے شانے سے کود پڑا تو مجھے ذرا بھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ هُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعاً۔

(سورۂ کہف/آیت ۱۰۴)

{ترجمہ} ''یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی سعی و کوشش سب اکارت ہوگئی اور وہ اس خام خیال میں ہیں کہ وہ یقیناً اچھے اچھے کام کر رہے ہیں۔''

[تفسیر] ابو طفیل نے روایت کی ہے کہ ابن کوّا نے جناب امیرؑ سے پوچھا کہ اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے پہلے فرمایا خوارج اس کے بعد فرمایا تو اور تیرے اصحاب کیونکہ ابن کوّا بھی خوارج سے تھا۔

اَيَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلاَّ مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا۔

(سورۂ مریم/آیت ۸۷)

{ترجمہ} ''اس دن یہ لوگ سفارش پر (بھی) قادر نہ ہوں گے مگر (ہاں) جس شخص نے خدا سے (سفارش کا) اقرار لے لیا ہو۔''

[تفسیر] بعض احادیث میں ہے کہ عہد و پیمان سے مراد دستی دوازدہ امام کی ہے، یعنی وہی شخص سفارش کر سکے گا جو آئمہ سے دوستی رکھتا ہو اور اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو ابن مردویہ اور دیلمی نے براءؑ سے کی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ! کہو خداوندا اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد و پیمان اور محبت قرار دے اور مومنین کے دل میں میری محبت قائم کر دے اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ابن عباس اور خود حضرت علیؑ سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ (سورۂ طٰہٰ/آیت ۲۵)

{ترجمہ} ''موسیٰ نے عرض کی پروردگارا (میں جاتا تو ہوں مگر) تو میرے لئے میرے سینہ کوکشادہ فرما (اور دلیر بنا)۔''

[تفسیر] ابن مردویہ خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو بثیر (مکہ میں ایک پہاڑ ہے) کے مقابلہ میں دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے کہ خداوندا میں بھی تجھ سے سوال کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے کیا تھا کہ میرے سینے کوکشادہ فرمااور میرا کام میرے لئے آسان فرمااور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میرے اہلبیتؑ سے میرے بھائی علیؑ کومیرا وزیر بنااوراس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کراور میرے کام میں اس کوشریک بنا تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں توتو ہماری حالت دیکھ ہی رہا ہے۔

❁

وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَکَ إِلاَّ رِجَالًا نُّوحِیْٓ إِلَیْھِمْ فَاسْئَلُوْٓا أَھْلَ الذِّکْرِ إِنْ کُنتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء/آیت ۷)

{ترجمہ} ''اور(اے رسولؐ) ہم نے تم سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو رسولؐ بنا کر بھیجا تھا کہ ان کے پاس وحی بھیجا کرتے تھے تو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے ہوتو عالموں سے پوچھ۔''

[تفسیر] علمائے اہلِ سنت اس میں مختلف الرائے ہیں کہ اہلِ ذکر سے کون لوگ مراد ہیں بعض اہلِ کتاب کے علماء کوبعض قرآن کوبعض ہر زمانہ کے علماء کو،لیکن ان میں سے کوئی بھی خدالگتی بات نہیں کیونکہ اگراہل کتاب کے علماءمقصود ہوں توان سے ہدایت کیا ہوگی

وہ تو اپنی طرف کھینچیں گے اورقرآن وعلماء بھی مرادنہیں ہوسکتے کیونکہ اگر یہی ہدایت میں کافی ہوئے تو اتنا اختلاف کیوں ہوتا اس سے حضرات ائمہ کا مقصود ہونا منحصر ہوا اور یہی بعض احادیث کا مضمون ہے، چنانچہ جناب امیرؑفرماتے ہیں کہ ہم اہلِ ذکر ہیں۔

❁

إِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی أُوْلٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ۔

(سورۂ انبیاء/آیت ۱۰۱)

{ترجمہ} ''ہاں البتہ جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے پہلے ہی سے بھلائی (تقدیر میں لکھی جاچکی) ہے وہ لوگ دوزخ سے دور ہی دور رکھے جائیں گے۔''

[تفسیر] ابن ابی حاتم ابن عدی اورابن مردویہ نے نعمان ابن بشیر سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ (انا منھم) میں ان ہی لوگوں میں ہوں۔

❁

ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّھِمْ فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَھُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِھِمُ الْحَمِیْمُ۔ (سورۂ حج/آیت ۱۹)

{ترجمہ} ''یہ دونوں (مومن وکافر) دوفریق ہیں آپس میں اپنے پروردگار کے بارے میں لڑتے ہیں غرض جولوگ کافر ہو بیٹھے ان کے لئے تو آگ کے کپڑے قطع کئے گئے ہیں (وہ انھیں پہنائے جائیں گے اور) ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔''

[تفسیر] بخاری نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت

کے دن سب سے پہلے میں خدا کے سامنے استغاثہ کے لئے کھڑا ہوں گا قیس نے کہا ہے کہ ان ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں جہاد کو نکلے یعنی حضرت علی حمزہ اور عبیدہ اور شیبہ، عتبہ اور ولید۔

❁

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (سورۂ مومنون،/آیت ۱)

{ترجمہ} ''البتہ وہ ایمان لانے والے رستگار ہوئے۔''

[تفسیر] محمد بن محمود قزوینی شافعی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے اور حضرت رسولؐ دیکھنے آئے تو رسولؐ کو دیکھتے ہی ہنسے اور عرض کی ''السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ'' اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا حالانکہ اس وقت تک قرآن نازل ہونا شروع بھی نہیں ہوا تھا اور سورۂ مومنون کو شروع سے خالدون تک پڑھا تو حضرت نے فرمایا: اے علیؑ تمہاری وجہ سے ان مومنوں نے رستگاری پائی۔

❁

وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ۔

(سورۂ مومنون/آیت ۲۹)

{ترجمہ} ''اور دعا کرو اے میرے پالنے والے تو مجھ کو (درخت کے پانی کی) بابرکت جگہ میں اتارنا اور تو تو سب اتارنے والوں سے بہتر ہے۔''

[تفسیر] اتارنے سے میزبانی مقصود ہے۔ حضرت نوح کا مطلب یہ تھا کہ جب ہم اتریں گے تو تیرے مہمان ہوں گے کیونکہ زمین تیری، درخت تیرے، تمام کھانے پینے پہننے کی چیزیں تیری، تو تو اچھی طرح میزبانی کرنا اور روزی میں فراخی عطا فرمانا۔ اسی بنا پر ایک

حدیث میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ سے نصیحت کے طور پر فرمایا تھا کہ جب تم کسی مقام پر پہنچو تو کہو، **رب انزلنی منزلا مبارکا و انت خیر المنزلین** کہ خدا برکت عطا فرمائے۔

❁

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

(سورۂ نور/آیت ۵۲)

{ترجمہ} ''اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کا حکم مانے اور خدا سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے گا تو ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔''

[تفسیر] اگرچہ اکثر مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس سے اشارہ اس جھگڑے کی طرف ہے جو بشر منافق اور ایک یہودی میں تھا۔ اور یہودی حضرت رسولؐ کے حق فیصلہ کرنے اور اپنے حق ہونے کی وجہ سے آپ کو حکم قرار دینا چاہتا تھا اور بشر کعب بن اشرف یہودی کو۔ مگر صاحب کشاف و بیضاوی نے تصریح کی ہے کہ یہ قصہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور مغیرہ بن وائل کا ہے اور مغیرہ نے حضرتؑ کو حکم قرار دینے سے انکار کیا تھا اور خواہ مخواہ ظلم کا الزام لگایا تھا اور بلخی نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت علیؑ سے ایک زمین خریدی تھی اور اس میں پتھر نکل آنے کی وجہ سے واپس کرنا چاہا حضرت علیؑ نے انکار کیا اور اپنا حکم حضرت رسولؐ کو قرار دیا اس پر حکم بن ابی العاص نے حضرت عثمان سے کہا کہ تم اس کو نہ مانو کیونکہ رسولؐ اللہ اپنے چچازاد بھائی کے خلاف ہرگز نہ کریں گے۔ اسی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

قرآن کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہو کر رہی۔ چنانچہ علی علیہ السلام کے سوا سب لوگوں نے آنحضرتؐ کی یہ دعوت مسترد کر دی کچھ لوگوں نے تو خاموشی اختیار کر لی اور کچھ نے تمسخر

اڑا کر اپنی مخالفت کا اظہار کیا۔

دعوتِ ذوالعشیرہ

تاریخِ اسلام کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بعثت کے تیسرے سال اس دعوت کا حکم ہوا کیونکہ اب تک آپ کی دعوت مخفی طور پر جاری تھی اور اس مدّت میں بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" اور یہ آیت بھی "فَاصْدَع بِمَاتُؤمَرُ وَاعرِض عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ" (سورۃ الحجر آیہ ۹۴) تو آپ کھلم کھلا دعوت دینے پر مامور ہو گئے۔ اس کی ابتداء اپنے قریبی قرابتداروں سے کرنے کا حکم ہوا۔ (سیرت ابن ہشام، ج ا ص ۲۸۰)

اس دعوت اور تبلیغ کی اجمالی کیفیت کچھ اس طرح ہے:

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جناب ابوطالبؑ کے گھر میں دعوت دی اس میں تقریباً چالیس افراد شریک ہوئے آپ کے چچاؤں میں سے ابوطالب، حمزہ اور ابولہب نے بھی شرکت کی۔

کھانا کھا لینے کے بعد جب آنحضرتؐ نے اپنا فریضہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے بڑھ کر کچھ ایسی باتیں کیں جس سے سارا مجمع منتشر ہو گیا لہٰذا آپ نے انھیں کل کے کھانے کی دعوت دے دی۔

دوسرے دن کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا:

"اے عبدالمطلب کے بیٹو! پورے عرب میں مجھے کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیتا جو اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہتر چیز لایا ہو، میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا

ہوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس دین کی دعوت دوں، تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہو؟"

سب لوگ خاموش رہے سوائے علی بن ابی طالبؑ کے جو سب سے کم سن تھے۔ علیؑ اٹھے اور عرض کی:

"اے اللہ کے رسول! اس راہ میں میں آپ کا یار و مددگار رہوں گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنا ہاتھ علیؑ کی گردن پر رکھا اور فرمایا:

اِنَّ هٰذَا اَخِیْ وَ وَصِیِّ وَ خَلِیْفَتِیْ فِیْکُمْ فَاسْمَعُوا لَهٗ وَ اَطِیْعُوهُ۔

یہ (علی) تمہارے درمیان میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہے اس کی باتوں کو سنو اور اس کے فرمان کی اطاعت کرو۔

یہ سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور تمسخر آمیز مسکراہٹ ان کے لبوں پر تھی، ابوطالبؑ سے کہنے لگے "اب تم اپنے بیٹے کی باتوں کو سنا کرو اور اس کے فرمان پر عمل کرو"۔

وَاجْعَلْ لِّی لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِینَ۔ (سورۂ شعرآء/آیت ۸۴)

{ترجمہ} "اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر قائم رکھ۔"

[تفسیر] یہ دعا کیسے سچّے دل سے نکلی تھی اور کیسی مقبول ہوئی کہ آج تک اہلِ کتاب سے ہر شخص آپ کی طرف نسبت کرنے کو اپنا فخر سمجھتا ہے اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے۔ اور علامہ ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ لسان صدق سے مراد حضرت علیؑ ہیں کہ جب آپ کی ولایت حضرت ابراہیمؑ کے سامنے پیش کی گئی تو حضرت ابراہیم نے فرمایا: **اللّٰھم اجعله من ذرّیتی**۔ خدایا اس شخص کو میری اولاد سے قرار دے اور خدا نے یہ دعا قبول فرمائی۔ تو گویا حضرت کی مراد یہ ہوئی **اللّٰھم اجعل من ذرّیتی صادقا**۔

وَ أَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔ (سورۂ شعرآء/آیت ۲۱۴)

{ترجمہ} ''اور (اے رسولؐ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ۔''

[تفسیر] صاحب تفسیر معالم التنزیل نے اس آیت کی شانِ نزول میں یہ روایت ابن عباس سے ذکر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت علیؑ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا، خدا کا ایسا حکم ہے مگر چونکہ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کو اس حکم کے سنانے سے رنج کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس وجہ سے میں ساکت تھا۔ مگر پھر دوبارہ باعتاب حکم آیا ہے اب کوئی چارہ نہیں تو تم کچھ روٹی، بکرے کی ایک ران اور تھوڑے دودھ کا سامان کر رکھو۔ جب شام ہوئی تو آپ نے قریش میں عباس، حمزہ، ابولہب، ابوطالبؑ ایسے چالیس آدمیوں کو بلا بھیجا اور وہ کھانا ان کے سامنے رکھا گیا۔ آپ نے پہلے اپنا ہاتھ لگا دیا۔ اس کے بعد ان سے کھانے کو فرمایا۔ سب کے سب کھا کر سیر ہو گئے حالانکہ وہ کھانا بظاہر ایک آدمی سے زیادہ کے کھانے کا نہ تھا۔ اب آپ نے چاہا کہ کچھ بات کریں کہ ابولہب مردود نے بات کاٹ کر کہا کہ تمہارے صاحب نے بڑا سخت جادو کیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ سب کے سب چل دیئے۔ دوسرے دن پھر حضرتؐ نے اسی سامان کا حکم دیا اور کھانے کے بعد آپ نے فرمایا اے فرزندانِ عبدِ مناف میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی نیکی لے کر آیا ہوں اور اچھی خبر لایا ہوں کہ اس کے قبل کوئی تمہارے پاس نہیں لایا اور مجھے خدا نے تمہیں اس کی طرف دعوت کا حکم دیا، تو تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا وزیر بنے اور میرے کام میں میری مدد کرے تا کہ وہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ تمہارے درمیان ہو۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا مگر حضرت علیؑ نے عرض کی: ''میں یارسولؐ اللہ'' اسی طرح حضرت نے تین مرتبہ

فرمایا اور بجز حضرت علیؑ کے کسی نے جواب نہ دیا۔ تب آپؐ نے فرمایا تو ہی میرا وزیر میرا وصی میرا بھائی میرا خلیفہ ہے اور یہ روایت باختلاف الفاظ تفسیر درمنثور، مسند احمد بن حنبل، ریاض النضرہ وغیرہ کتبِ اہل سنت میں بھی مذکور ہے۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ۔ (سورۂ نمل/آیت ۸۲)

{ترجمہ} ''اور جب ان لوگوں پر (قیامت کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے واسطے زمین سے ایک چلنے والا نکال کھڑا کریں گے جو ان سے یہ باتیں کرے گا کہ (فلاں فلاں) لوگ ہماری آیتوں کا یقین نہیں رکھتے۔''

[تفسیر] اسی مطلب کی آیت اس کے قبل گزر چکی ہے جس کی فی الجملہ تصریح ہو چکی ہے۔ خلاصہ دابۃ الارض سے مراد اس آیت میں بھی حضرت علی علیہ السلام ہیں جن کے ہاتھ میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہوگی۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ۔

(سورۂ عنکبوت/آیت ۲)

{ترجمہ} ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا (ضرور لیا جائے گا)۔''

تفسیر: کشف الحق و نہج الصدق میں مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے حضرت رسولؐ سے عرض کی کہ یہ آزمائش کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا: ''اے علی! تم سے

آزمائش کی جائے گی اور تمہارا مقابلہ کیا جائے گا تو تم مقابلہ کے لئے تیار رہو۔'' اس کا مطلب واضح طور پر یہ ہوا کہ تکلیف الٰہی جسے ایمان کہتے ہیں بغیر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے پوری نہیں ہو سکتی اور انہی کی ولات کا امتحان لیا جائے گا۔

❁

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوُونَ۔ (سورۂ سجدہ/آیت ۱۸)

{ترجمہ} ''کیا جو شخص ایمان دار ہے اس شخص کے برابر ہو جائے گا جو بدکار ہے۔ (ہرگز نہیں یہ دونوں) برابر نہیں ہو سکتے۔''

[تفسیر] ایک دفعہ ولید بن عقبہ بن معیط حضرت علیؑ کے فضائل و مراتب سے جل کر کہنے لگا: ''یا علی تم ابھی بچے ہو اور میں جوان ہوں۔ میں تم سے قوت میں زیادہ، زبان آوری میں بہتر، نیزہ بازی میں تیز اور لشکر میں ثابت قدم ہوں۔'' آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''تیری بھی یہ مجال ہے کہ میرے مقابلہ میں گفتگو کرے اور مجھ پر فخر کرے! کہیں مومن اور بدکار برابر ہو سکتے ہیں!'' خدا نے بھی آپ کی تائید کی اور یہ آیت نازل کی۔ یہ مضمون اہلِ سنّت کے بھی اکثر کتب میں مذکور ہے، اور اس کو ابن مردویہ، خطیب خوارزمی اور ابن عساکر نے بھی ابن عباس کی سند سے بیان کیا ہے۔ ان ہی حضرت ولید کو حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا تھا تو ایک دن نشہ میں صبح کی نماز ۴ رکعتیں پڑھائی تھیں اور پھر ماموین سے کہا تھا: ''میں اس وقت خوش ہوں اگر کہو تو اور زیادہ کر دوں۔'' جب یہ خبر حضرت عثمان تک پہنچی اور لوگوں کی شہادت گذری اور جناب امیرؑ سے مشورہ لیا تو آپ نے اسی ۸۰ کوڑے مارنے کی رائے دی تھی اور اسی وجہ سے ولیدؔ نے حضرت علیؑ سے آپ کی خلافت ظاہری کے بعد بھی بیعت نہ کی تھی۔

❁

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ۔

(سورۂ سجدہ/آیت ۲۴)

{ترجمہ} ''اور ان ہی (بنی اسرائیل) میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو چونکہ انہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا تھا پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) ہدایت کرتے تھے اور اس کے علاوہ ہماری آیتوں کا دل سے یقین رکھتے تھے۔''

[تفسیر] حضرت موسیٰؑ اور حضرت رسولؐ کے اکثر حالات ملتے جلتے ہیں۔ ان کو توریت عطا ہوئی آپ کو قرآن، ان کو بھی جہاد کا حکم تھا اور آپ کو بھی، انہوں نے خدا سے درخواست کر کے حضرت ہارون کو اپنا وزیر بنایا تھا، آپ نے حضرت علیؑ کو، ان کو فرعونیوں پر فتح ہوئی، آپ کو کفار قریش وغیرہ پر، ان کی بی بی صفورا حضرت یوشع بن نون سے لڑیں، آپ کی بی بی عائشہؓ جناب امیرؑ سے، ان کے بعد ان کے بارہ اوصیا نے توریت کے مطابق ہدایت کی چنانچہ خدا نے دو طرح اسے ذکر کیا ہے۔ **وقطعنا هم اثنی عشر اسباطاً و بعثنا منهم اثنی عشر سباطاً و بعثنا منهم اثنی عشر نقبیا۔** اسی طرح حضرت رسولؐ کے لئے بارہ خلفاء اور ائمہ ہیں جو قرآن کے مطابق ہدایت کرتے رہے اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ اسی مطلب کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے چنانچہ علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف میں اس مقام پر لکھتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ لَنَجْعَلَنَّ الْكِتَابَ الْمُنْزَلَ اِلَيْكَ هُدًى وَ نُوْراً وَلَنَجْعَلَنَّ مِنْ اُمَّتِكَ اَئِمَّةً يَهْدُوْنَ مِثْلَ تِلْكَ الْهِدَايَةِ۔ اسی طرح ہم تمہاری آسمانی کتاب کو از سر تا پا ہدایت و نور بنائیں گے اور تمہاری امّت سے ویسے ہی ائمہ بنائیں گے، جو اسی طرح ہدایت کریں گے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَآتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (سورۂ احزاب /آیت ۳۳)

{ترجمہ} ''اور استقلال کے ساتھ اپنے گھر کے اندر رہا کرو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو، اور پابندی سے نماز پڑھا کرو، اور (برابر) زکوٰۃ دیا کرو اور خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، اے (پیغمبر کے) اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔''

[تفسیر] اس حکم کی تمام ازواج نہایت سختی سے عمر بھر پابند رہیں حتیٰ کہ بی بی سودہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان سے کچھ لوگوں نے کہا: آپ حج وعمرہ کو کیوں نہیں جاتیں، تو فرمایا ایک بار مجھ پر واجب تھا وہ میں کر چکی اس کے بعد میرا حج یہی ہے کہ میں حکم خدا کے مطابق اپنے گھر سے نہ نکلوں اور جس حجرہ میں مجھے رسولؐ اللہ بٹھا گئے ہیں اس میں بیٹھی رہوں چنانچہ وہ عمر بھر اپنے حجرے سے باہر نہ نکلیں بلکہ مرنے کے بعد ان کی لاش نکلی۔ سبحان اللہ کیا پاکباز بیبیاں تھیں مگر حضرت عائشہ نے صرف گھر سے قدم باہر نکالا بلکہ منزلوں مدینہ سے مکہ گئیں اور پھر واپس آئیں اور طلحہ وزبیر کے بہکانے سے مدینہ سے بصرہ آئیں اور لاکھوں کے مجمع میں اونٹ پر سوار ہو کر حضرت علی علیہ السلام کے مقابل لڑیں اور پھر ہزاروں مسلمانوں کا خون کرا دیا۔ اسی وجہ سے خود حضرت عائشہ جب اس آیت کو پڑھتی تھیں تو جنگ جمل کو یاد کر کے اس قدر روتی تھیں کہ آنسوؤں سے چادر تر ہو جاتی تھی۔

(تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۹۶ مطبوعہ مصر)

اس پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے اور سنّیوں اور شیعوں میں سے کوئی اس کا مخالف نہیں کہ اہلبیت رسول، حضرت علی علیہ السلام، جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ آیت انہی بزرگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ مگر بعض حضرات اہلسنت کا خیال ہے کہ اس میں ازواج بھی شامل ہیں اور مدح وثنا اور اہلبیت میں داخل، لیکن یہ خیال چند وجوہ سے بالکل غلط ہے۔

(۱) اگر ازواج مقصود ہوتیں تو جس طرح ماقبل و مابعد کی آیت میں ضمیر جمع مونث حاضر تھی اس میں بھی باقی رہتی بلکہ اگر

(۲) اس آیت کو درمیان سے نکال لو اور ماقبل و مابعد کو ملا کر پڑھو تو کوئی خرابی نہیں ہوتی بلکہ اور ربط بڑھ جاتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مقام کی نہیں بلکہ خواہ مخواہ کسی خاص غرض سے داخل کی گئی ہے۔

(۳) اگر ازواج نبی شامل ہوتیں تو ان کی تعداد نو اور ان حضرات کی چار ان میں بھی ایک عورت ہی ہیں پس مجموعاً تیرہ ہوئے دس عورتیں تین مرد پھر بھی غلبہ عورتوں ہی کا رہا اس حالت میں بھی ضمیر وصیغہ مؤنث ہی لانا ضروری تھا نہ کہ مذکر۔

(۴) زید بن ارقم کا قول ہے کہ ازواج اہلبیتؑ نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آج ہیں کل طلاق دی الگ ہو گئیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن پر خدا نے صدقہ حرام کیا ہے۔

(۵) اگر ازواج بھی شامل ہوتیں تو جس وقت حضرت ام سلمہ نے جن کے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی اور وہ خود نہایت ممدوح اور پکّی ایماندار بی بی تھیں جب چادر کا کونہ اٹھا کر ان میں داخل ہونا چاہا تو حضرت رسولؐ نے کونہ ہاتھ سے کھینچ لیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ تم

نیکی پر ہو مگر اہلبیت میں شامل نہیں بلکہ ازواج میں ہو، اس مطلب کی تقریباً تیس حدیثیں مختلف اسناد سے موجود ہیں جن کو علماء اہلسنت نے مثل امام احمد بن حنبل، ابن مردویہ، ثعلبی، سیوطی غیرہ نے نقل کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ ام سلمہ کے گھر میں آئے اور حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلا کر اپنے پاس بٹھا دیا اور پھر اپنے سمیت سب پر ایک بڑی چادر اُڑھا دی اور دعا کی: خداوندا یہی میرے اہلبیت ہیں۔ ان کو ہر برائی سے دور رکھ اور اچھی طرح پاک و پاکیزہ رکھ۔ یہ سن کر حضرت ام سلمہ نے اس میں داخل ہونا چاہا تو روک دی گئیں اور حکم ہوا تم اہلبیت میں نہیں ہو، ازواج میں ہو۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد مدتوں ہر نماز کے وقت جب حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کے مکان کے پاس آتے تو چوکھٹ تھام کر فرماتے: **السلام علیکم یا اهلبیت** علیہم السلام۔

آیت تطہیر کن افراد کے بارے میں ہے؟

ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ آیت اگرچہ ان آیات کے درمیان آئی ہے جو پیغمبر اکرمؐ کی ازواج سے مربوط ہیں لیکن اس کے سیاق کی تبدیلی (''جمع مونث'' کی ضمائر کو ''جمع مذکر'' میں تبدیل کرنا) اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا مضمون ان آیات سے بالکل الگ ہے۔

اس بناء پر ان لوگوں کا نظریہ بھی درست نہیں جو آیت کو پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسن و حضرت حسین علیہم السلام سے مخصوص نہیں سمجھتے، اس کے لئے وسیع معنی کے قائل ہیں کہ آیت ان بزرگواروں کے بارے میں بھی ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی بیویوں کے بارے میں بھی۔

إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

تَسْلِيْمًا۔ (سورۂ احزاب/آیت ۵۶)

{ترجمہ} ''اس میں بھی شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر (اور ان کی آل) پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان دارو تم بھی درود بھیجتے رہو، اور برابر سلام کرتے رہو۔''

[تفسیر] میں نے ترجمہ میں لفظ آل بڑھا دیا ہے اس کی چند وجہیں ہیں:-

(۱) امام رازی نے اس کا اقرار کیا ہے کہ حضرت کے اہلبیت پانچ چیزوں میں آپ کے برابر ہیں منجملہ ان کے تشہد میں درود بھیجنا۔

(۲) ایک روایت میں ہے کہ شجر اسلام کی شادابی کے قبل ملائکہ نے حضرت علیؑ پر مدتوں درود بھیجا۔

(۳) مناقب مرتضوی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے مجھ پر اور علیؑ پر ملائکہ نے سات مرتبہ درود بھیجا۔

(۴) سنن ابی داؤد میں ابن ابی شیبہ سے روایت ہے اور اس کی تصحیح ترمذی، حاکم، ابوالقاسم، ابن خزیمہ اور ابن مسعود بدری نے کی ہے کہ لوگوں نے حضرت رسولؐ سے پوچھا آپ کو سلام کرنا تو ہم جانتے ہیں مگر ہم آپ پر درود کیوں کر بھیجیں آپ نے فرمایا یوں کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ۔

(۵) مواہب اللدنیہ میں ہے کہ حضرت رسولؐ نماز میں یوں فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ۔

(۶) صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا: لَا تُصَلُّوْا عَلَى الصَّلٰوةِ الْبَتِيْرَا مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو۔ لوگوں نے عرض کی: ناقص درود کیا ہے؟ فرمایا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہہ کر نہ رہ جاؤ یہ ناقص ہے، بلکہ یوں کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ

مُحَمَّد"

(۷) ان سب سے قطع نظر کرکے خود قرآن میں "سلام علی آلِ یسین" موجود ہے اور یہ واضح ہے کہ یٰسین حضرت رسولؐ کا خطاب ہے تو جیسے آل یٰسین ویسے آل محمد۔

(۸) اس کے علاوہ بمفاد آیۂ گزشتہ اور حسبِ قول علامۂ زمخشری جب عام مومنین پر درود بھیجنا چاہئے تو حضرات اہل بیتؑ ان سے زیادہ اولیٰ ہیں۔

(۹) امام شافعی نے کیا خوب قطعہ کہا ہے ؎

یا اهلبیت رسول الله حبکم — فرض من الله فی القران انزله

کفاکم من عظیم القدر انکم — من لم یصل علیکم لا صلوٰة له

اے اہلبیت رسول خدا نے تمہاری محبت قرآن میں فرض کردی ہے، تمہارے مرتبہ کی بزرگی میں اسی قدر کافی ہے، کہ نماز میں جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی صحیح نہیں۔

(تفسیر درمنثور، ج ۵ ص ۲۱۶)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔

(سورۂ احزاب/آیت ۵۹)

{ترجمہ} "اے نبی اپنی بی بیوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلتے وقت) اپنے (چہروں اور گردنوں) پر اپنی چادروں کا گھونگھٹ لٹکایا کرو یہ ان کی (شرافت کی) پہچان کے واسطے بہت مناسب ہے تو انہیں کوئی چھیڑے گا نہیں اور خدا تو بڑا بخشنے والا ہے۔"

[تفسیر] یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو حضرت علیؑ کو برا بھلا کہتے تھے۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ۔

(سورۂ فاطر/آیت ۳۲)

{ترجمہ} "پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنہیں (اہل سمجھ کر) منتخب کیا کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو (نافرمانی کرکے) اپنی جان پر ستم ڈھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے (نیکی بدی کے) درمیان ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ خدا کے اختیار سے نیکیوں میں (اوروں سے) گوئے سبقت لے گئے ہیں یہی (انتخاب وسبقت) تو خدا کا بڑا فضل ہے۔"

[تفسیر] اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف کی جلد ۲ صفحہ ۴۶۲ سطر ۵ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں ان بندوں سے آپ کی امّت کے وہ صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین مراد ہیں جو قیامت تک کتابِ خدا کے سچّے وارث اور اس کے مطابق ہادی ہوں گے جن کو خدا نے "اُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" فرمایا ہے کہ خدا کی حجت اور خلق خدا کے گواہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد ہیں تو بس حسب اصول موضوعہ کتاب خدا کے وارث بھی یہی حضرات ائمہ معصومینؑ قرار پائے اور عجب نہیں کہ زمخشری کا بھی یہی مقصود ہو کیونکہ حضرت رسول کے بعد قیامت تک صحابہ تابعین و تبع تابعین میں ان حضرات کے سوا اور کون ہادی رہ سکتا ہے؟ اس کی تائید حافظ ابوبکر ابن مردویہ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ صاف لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بقول علامہ ابنِ حجر صاحب 'صواعق محرقہ' تمام صحابہ میں جناب امیر کے سوا کسی نے "سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ

تَفۡقِدُوۡنِی“ (میری موت کے قبل مجھ سے جو چاہو پوچھ لو) کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر آپ کتاب خدا کے وارث نہ ہوتے تو ایسا دعویٰ نہ کرتے۔ اسی بناء پر تو آپ فرمایا کرتے تھے: خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی اور رات کو نازل ہوئی کہ دن کو، آبادی میں نازل ہوئی کہ پہاڑ پر ان ہی حضرات کی مدح امّت کی تیسری قسم ”سابق الخیرات الایۃ“ سے فرمائی ہے۔

❁

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۂ یٰسین/آیت ۱۲)

{ترجمہ} ”ہم ہی یقیناً مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ وہ لوگ پہلے کر چکے ہیں (ان کو) اور ان کی اچھی یا بری باقی (ماندہ) نشانیوں کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح و روشن پیشوا میں گھیر دیا ہے۔“

[تفسیر] ایک روایت میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر و عمر آپ کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ کیا امام مبین توریت ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا کیا انجیل ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا قرآن ہے؟ فرمایا: نہیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ سامنے سے نمودار ہوئے تو فرمایا: یہ امام مبین ہے۔ اس کی موید وہ روایت ہے جو جلال الدین سیوطی نے بیان کی ہے کہ عبد بن حمید بن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ ہر چیز ایک پیشوا میں خدا کے نزدیک محفوظ ہے۔ (تفسیر درمنثور، جلد ۵، ص ۲۶۱)

❁

وَقِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ۔ (سورۂ صٰفّٰت/آیت ۲۴)

{ترجمہ} ”اور وہاں ذرا انہیں ٹھہراؤ تو، ان سے کچھ پوچھنا ہے۔“

[تفسیر] علّامہ ابن حجر عسقلانی ’صواعق محرقہ‘ میں اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا اہل محشر سے سوال کیا جائے گا۔ اور یہ واضح ہے کہ وہ امر اہم جو مثل الوہیت اور نبوت کے پوچھا جائے گا فقط محبت نہیں ہوسکتی بلکہ وہ تو امامت ہے اور اسی کی طرف حدیث ثقلین وغیرہ میں اشارہ ہے اور اسی کی موئید علامہ واحدی کی وہ عبارت ہے جو اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں روایت ہے کہ حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کے بارے میں سوال کیا جائے گا کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا تھا کہ خلق خدا کو جتلا دیں کہ اپنی رسالت کی تبلیغ کی کوئی مزدوری اپنے اہلبیتؑ کی مودت کے سوا نہیں چاہتے اس کا مطلب یہی ہے کہ ان سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ تم لوگوں نے نبی کی وصیت کے مطابق ان کی ولایت کو مانا یا یوں ہی معطّل چھوڑ دیا۔ اگر چھوڑ دیا تو ان پر مواخذہ کیا جائے گا۔

دوزخ میں گمراہ پیشواؤں اور پیروکاروں کی گفتگو

جیسا کہ ہم گذشتہ آیات میں جان چکے ہیں کہ عذاب کے فرشتے ظالموں اور ان کے ہم خیالوں کو بتوں اور جھوٹے معبودوں کے ہمراہ اکٹھے چلتا کریں گے اور انہیں جہنم کی راہ پر ڈال دیں گے۔

اس بات کو جاری رکھتے ہوئے قرآن کہتا ہے: اس موقع پر خطاب ہوگا، ”انہیں رکو“ ابھی ان سے پوچھ گچھ ہونا ہے (وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ)۔

ہاں! انہیں رک کر مختلف سوالات کا جواب دینا ہے۔

لیکن ان سے کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا؟

بعض نے تو کہا ہے کہ ان بدعتوں کے بارے میں جو انہوں نے قائم کی تھیں۔

بعض نے کہا ہے کہ ان کے برے اعمال اور خطاؤں کے بارے میں۔

بعض نے مزید کہا ہے کہ توحید اور لا الہ الا للہ کے بارے میں۔ ایک مشہور و معروف قول جو شیعہ اور سنی طرق سے منقول ہے یہ کہا گیا ہے کہ علیؑ کی ولایت کے بارے میں سوال ہوگا۔

بعض نے کہا نعمتوں، جوانی، تندرستی، عمر، مال اور اسی قسم کی چیزوں کے بارے میں۔

❁

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوْا الْاَلْبَابِ۔

(سورۂ زمر/آیت ۹)

{ترجمہ} ''جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کر کے اور کھڑے کھڑے (خدا کی) عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار (ناشکرے) کافر کے برابر ہوسکتا ہے (اے رسولؐ) تم پوچھو تو کہ بھلا کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہوسکتے ہیں (مگر) نصیحت عبرت تو بس عقلمند ہی لوگ مانتے ہیں۔''

[تفسیر] یہ بھی خدا کے خاص بندوں کی صفت ہے جو راتوں کو شب بیداری خدا کے خوف سے گریہ وزاری اور نماز تہجد وغیرہ میں مشغول رہ کر بسر کرتے ہیں، اور اس سے جو لوگ مقصود ہو سکتے ہیں اور سچّے مصداق ہیں، وہ ظاہر ہے کہ ائمہ کے سوا کون ہوسکتا ہے؟ اسی بناء پر تو جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے کہ میرے خوف کی یہ حد ہونی چاہئے کہ تو اس کا خیال رکھ کہ اگر میں تمامی مخلوقات کی نیکیاں لے کر جاؤں گا تو بھی نہ قبول کرے گا اور امید کی

یہ حد ہو کہ اگر میں تمام دنیا کے گناہ کروں گا تو بھی بخش دے گا۔

❁

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ أُوْلٰئِكَ فِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۃ الزمر/آیت ۲۲)

{ترجمہ} ''تو کیا وہ شخص جس کے سینے کو خدا نے (قبول) اسلام کے لئے کشادہ کر دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی ہدایت کی روشنی پر (چلتا) ہے گمراہوں کے برابر ہوسکتا ہے افسوس تو ان لوگوں پر ہے جن کے دل خدا کی یاد سے (غافل ہوکر) سخت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ صریحی گمراہی میں (پڑے) ہیں۔''

[تفسیر] ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ و حضرت حمزہ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت علیؑ و عمار کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد کی آیت ابولہب کے حق میں ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ امیر المومنین علیؑ ایک رات مسجدِ کوفہ سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے، جبکہ کمیل بن زیاد کہ جو آپ کے خاص دوستوں میں سے تھے، آپؑ کے ساتھ ساتھ تھے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص کے گھر کے قریب سے گزرے۔ گھر سے قرآن کی تلاوت کی آواز آ رہی تھی اور وہ اس آیت کو دلنشیں اور دل گداز آواز کے ساتھ پڑھ رہا تھا۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّيْلِ۔۔۔۔ کمیل دل ہی دل میں اس شخص کی حالت پر بہت خوش ہوئے اور اس کی روحانیت پر مسرور ہوئے۔ اس سے پہلے کہ وہ زبان سے کچھ کہتے، امامؑ نے کمیل کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اس شخص کی صدا تیرے لئے باعثِ حیرت نہ ہو، یہ شخص اہلِ دوزخ میں سے ہے اور میں عنقریب تجھے اس کی خبر دوں گا۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ۔ (سورۂ زمر/آیت ۳۲)

{ترجمہ} ''تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ (طوفان) باندھے اور جب اس کے پاس سچی بات آئے تو اس کو جھٹلا دے کیا جہنّم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے۔ (ضرور ہے)۔

[تفسیر] اگرچہ اور مفسرین نے توحید اور قرآن وغیرہ کو اس سے مراد لیا ہے اور کچھ بے جا بھی نہیں ہے تو اس سے ہر منکر توحید وغیرہ مراد ہوگا۔ مگر اہل سنّت کے ایک زبردست عالم حافظ ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ جو شخص رسالت مآبؐ کو علیؑ کے بارے میں جھٹلائے وہ مراد ہے۔ تو اب صدق سے حضرت علیؑ کے بارے میں رسولؐ کا فرمانا مراد ہوا۔ اس کے علاوہ بعد والی آیت سے یقینی طور پر حضرت علیؑ ہی مراد ہیں اور آپ ہی کی فضیلت کا بیان ہے اسی بناء پر تقابل بھی اسی کا مقتضی ہے کہ اس آیت میں آپ کی فضیلت کا منکر مراد ہو۔

وَ الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔

(سورۂ الزمر/آیت ۳۳)

{ترجمہ} ''اور یاد رکھو کہ جو شخص (رسولؐ) سچی بات لے کر آیا وہ اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ تو پرہیز گار ہیں۔''

[تفسیر] اس پر ہر شخص کا اتفاق ہے اور فریقین کے علماء اس کے قائل ہیں کہ حضرت رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہی ہیں۔ ان ہی کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت

رسولؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے تصدیق کی ہے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت رسولؐ سے مروی ہے کہ صدیق تین شخص ہیں: حزقیل مومن آلِ فرعون، حبیبِ نجار مومن آل یٰسین اور علیؑ ابن ابی طالب صدیق اکبر۔ اسی بناء پر خود جناب امیرؑ اپنی ظاہری خلافت کے زمانہ میں فرماتے تھے میں صدیق اکبر ہوں۔

اہل بیتؑ کی بعض روایات میں ''وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ'' کی پیغمبر اکرمؐ سے تفسیر بیان ہوئی ہے۔ ان میں ''وَصَدَّقَ بِهِ'' سے علی علیہ السلام مراد لئے گئے ہیں۔ لیکن اس سے مراد واضح مصداق کا بیان ہے کیونکہ ''أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ'' (وہی تو متقی ہیں) کا جملہ آیت کی عمومیّت کی دلیل ہے۔

بہت سے مفسّرینِ اسلام نے، خواہ وہ شیعہ ہوں یا اہل سنّت ''وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ'' کی آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ ''الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ'' سے مراد پیغمبر اکرمؐ ہیں اور ''صَدَّقَ بِهِ'' سے مراد علی علیہ السّلام ہیں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے کہ اس قسم کی تفاسیر روشن ترین اور زیادہ واضح مصادیق بیان کے لئے ہوتی ہیں اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ علیؑ، پیغمبرِ اسلامؐ کے پیروکاروں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں میں سب سے مقدم تھے اور پہلے ''صدیق'' آپؑ ہی ہیں۔

علماءِ اسلام میں سے کوئی بھی اس حقیقت کا منکر نہیں ہے کہ علیؑ مردوں میں سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے پیغمبرِ اکرمؐ کی تصدیق کی ہے۔

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورۂ الزمر/آیت ۷۵)

{ترجمہ} ''اور (اس دن) فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گردا گرد گھیرے ہوئے ڈٹے ہوں گے اوراپنے پروردگار کی تعریف کی (تسبیح) کررہے ہیں اورلوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائے گا اور (ہرطرف سے یہی) صدا بلند ہوگی: الحمدللہ رب العالمین۔''

[تفسیر] اس آیت کی تفسیر میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا: جب میں نے شبِ معراج عرش کے نیچے نگاہ کی تو یکا یک میری نظر علی ابن ابی طالبؑ پر پڑی کہ وہ میرے سامنے عرش کے نیچے خدا کی تسبیح وتقدیس میں مشغول تھے۔ میں نے متحیر ہوکر جبرئیل سے پوچھا: کیا علیؑ مجھ سے قبل یہاں آگئے؟ جبرئیل نے کہا یہ بات نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ چونکہ خداوند عالم عرش پر اکثر علی ابن ابی طالب کا ذکر خیر اورثناوصفت کرتا تھا۔اس وجہ سے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں نے علیؑ کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا تو خداوندعالم نے ان کی خاطر سے اس فرشتہ کی تسبیح وتقدیس وعبادت کا ثواب خدانے آپ کے اہل بیت کے شیعوں کے واسطے مخصوص کیا ہے۔

❁

اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ۔ (سورۂ مومن/آیت،۱۷)

{ترجمہ} ''بے شک خدا بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

[تفسیر] کسی نے جناب امیرؑ سے پوچھا کہ خدا اتنے لوگوں کا حساب ایک دفعہ کیوں کرلے گا۔آپ نے فرمایا: جس طرح سب کوایک ہی دفعہ روزی دیتا ہے۔اسی وجہ سے خدانے بہت بے تکلف فرمادیا کہ قیامت میں کسی پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا کیوں کہ مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ تاخیر بھی ایک قسم کاظلم ہے مگرخدا کی بارگاہ میں یہ ظلم بھی نہ ہوگا۔

❁

حٰمٓ۔ (سورۂ شوریٰ/آیت،۱)

{ترجمہ} ''حم''

[تفسیر] علامہ واحدی نے 'فواتح' میں لکھا ہے کہ جب حٰم عسق نازل ہوا تو حضرت رسولؐ بہت غمگین ہوئے کچھ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا توفرمایا جوآیت نازل ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ میری امّت مختلف بلاؤں میں مثل زمین میں دھنس جانے یا مسخ ہوجانے یا دیگر مصائب میں مبتلا ہوگی۔ اور ابن عباس جب اس آیت کو پڑھتے تو کہتے کہ حضرت علیؑ صرف ان دولفظوں سے تمام فسادات کوجوآیندہ ہونے والے ہیں جانتے تھے۔اور قریب قریب یہی مضمون تفسیر ثعلبی میں بھی ہے۔اورصحیح مسلم میں اس سے بالاتر یہ ہے کہ حضرت علیؑ جتنی جماعتیں یا بستیاں روئے زمین میں ہوچکی ہیں یا آیندہ ہوں گی وہ سب کوجانتے تھے۔

❁

وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَہٗ شَیۡطٰنًا فَہُوَ لَہٗ قَرِیۡنٌ۔

(سورۂ زخرف/آیت ۳۶)

{ترجمہ} ''اور جوشخص خدا کی یاد سے اندھا بنتا ہے ہم (گویا خود) اس کے واسطے شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہی اس کا (ہردم) کا ساتھی ہے۔''

[تفسیر] اسی وجہ سے جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جوشخص گناہ کے پیچھے پڑجاتا ہے وہ خدا کی یاد سے اندھا ہوجاتا ہے اور جوشخص خدا کے مقرر کردہ حاکم کی پیروی سے منہ موڑتا ہے تو شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

❁

فَاِمَّا نَذۡہَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنۡہُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ۔ (سورۂ زخرف/آیت ۴۱)

{ترجمہ} ''تو اگر ہم تم کو (دنیا سے) لے بھی جائیں تو بھی ہم کو ان سے بدلہ لینا ضرور ہے۔''

[تفسیر] علامہ ابن مردویہ نے جابرا بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ یہ آیت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ کیونکہ وہ میرے بعد ناکثین اور قاسطین سے انتقام لیں گے۔

❁

فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِی أُوْحِیَ إِلَیْکَ إِنَّکَ عَلَی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

(سورۂ زخرف/آیت ۴۳)

{ترجمہ} ''تو تمہارے پاس جو وحی بھیجی گئی ہے تم اسے مضبوط پکڑے رہو اس میں شک نہیں کہ تم سیدھی راہ پر ہو۔''

[تفسیر] جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت اپنے بعد کے حالات پر لوگوں کی سرزنش کر رہے تھے کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔ **فاما نذهبن الایة** اس کے بعد **قل رب الایة** نازل ہوئی **فاستمسک بالذی اوحی الیک فی امر علی انک علی صراط مستقیم الایة و سوف تسئلون عن علی ابن ابی طالب** نازل ہوئی۔

(ترجمہ) ''علیؑ کے بارے میں جو وحی تمہارے پاس بھیجی گئی ہے تم اسے مضبوط پکڑے رہو (اس پر عمل کرو الخ) اور عنقریب تم لوگوں سے علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں باز پرس کی جاوے گی۔''

❁

وَإِنَّهُ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ۔ (سورۂ زخرف/آیت ۴۴)

{ترجمہ} اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب ہی تم لوگوں سے (اس کی) باز پرس کی جائے گی۔

[تفسیر] ابن عباس اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ شبِ معراج میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اپنے قبل کے انبیاء سے پوچھئے کہ وہ لوگ کس بات پر پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے جب ان پیغمبروں سے پوچھا تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کی رسالت اور علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت پر بھیجے گئے۔

❁

ذٰلِکَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَا أَسْخَطَ اللهَ وَکَرِهُوْا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۔

(سورۂ محمد/آیت ۲۸)

{ترجمہ} ''یہ اس سبب سے کہ جس چیز سے خدا ناخوش ہوتا ہے اس کی تو یہ لوگ پیروی کرتے ہیں اور جس میں خدا کی خوشی ہے اس سے بیزار ہیں تو خدا نے ان کی کارستانیوں کو اکارت کر دیا۔''

[تفسیر] ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ تم علیؑ کے بغض سے ان کو پہچان لوگے اور پھر ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسالت مآبؐ کے زمانے میں منافقین کو صرف علیؑ کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔

❁

إِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللهِ وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی لَنْ یَضُرُّوا اللهَ شَیْئًا وَسَیُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ۔ (سورۂ محمد/آیت ۳۲)

{ترجمہ} ''بے شک جن لوگوں پر (دین کی) سیدھی راہ صاف ظاہر

ہوگئی اس کے بعد انکار کر بیٹھے اور (لوگوں کو) خدا کی راہ سے روکا اور پیغمبرؐ کی مخالفت کی تو وہ خدا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے اور وہ ان کا سب کیا کرایا اکارت کردے گا۔''

[تفسیر] حافظ ابوبکر بن مردویہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو علیؑ کی خلافت کے بارے میں حضرت رسولؐ کی مخالفت کرتے تھے اور اسی کی موئدہ دونوں روایتیں ہیں جو گذشتہ صفحہ میں مذکور ہوچکیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَاٰزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا۔

(سورہ فتح/آیت ۲۹)

{ترجمہ} محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں تو ان کو دیکھے گا (کہ خدا کے سامنے) جھکے سر بسجود ہیں خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں کثرت سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوئے ہیں یہی اوصاف ان کے توریت میں بھی ہیں اور یہی حالات انجیل میں (بھی مذکور) ہیں وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر (اجزاء زمین کو غذا بنا کر) اسی سوئی کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہوئی

پھر اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور اپنی تازگی سے کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ (اور جلد ترقی اس لئے دی) تا کہ ان کے ذریعے کافروں کا جی جلا کے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے (اچھے) کام کرتے رہے خدا نے ان سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔''

[تفسیر] ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر کچھ لوگوں نے حضرت رسولؐ سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا قیامت کے دن نور کا ایک علم (لواء حمد) تیار ہوگا اور ایک منادی آواز دے گا کہ سید المومنین اور مومنین کھڑے ہوجائیں یہ سن کر علیؑ ابن ابی طالبؑ کھڑے ہوجائیں گے تو ان کے ہاتھ میں وہ علم دیا جائے گا اور اس کے نیچے مہاجرین اور انصار میں سے وہ مومنین جو سابقین اولین ہیں سب کے سب جمع ہوجائیں گے اور ان میں ان کے سوا کوئی اور نہ ہوگا۔ پھر علی ایک نور کے منبر پر بیٹھیں گے اور ایک ایک کر کے سب لوگ ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور یہ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا کریں گے جب آخر شخص کی نوبت آئے گی تو ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے اپنے اپنے مقام و منزلت کو جنت میں دیکھا! تمہارے پروردگار نے تو تم سے یہ کہہ دیا تھا کہ میری بارگاہ میں تمہارے لئے مغفرت اور اجر عظیم یعنی بہشت ہے۔ پھر علیؑ اٹھیں گے اور یہ سب مومنین ان کے علم کے نیچے ہوں گے پھر ان سب کو جنت میں جا پہنچائیں گے پھر اپنے منبر کی طرف پلٹیں گے اور برابر مومنین ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور ان کے ہاتھ سے بہشت کا اپنا اپنا حصّہ لیں گے اس کے بعد کچھ لوگوں کو جہنم میں ڈلوادیں گے یہی مطلب ہے خدا کے قول الذین آمنوا الایۃ اور الذین کفروا و کذبوا بایتنا اولئک اصحب الجحیم۔ کا یعنی علیؑ کے حق کی ولایت کی وجہ سے لوگ جنت و جہنم کے مستحق ہوں گے اور ان کا حق سارے جہان پر واجب ہے۔

أَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ۔ (سورۂ ق/آیت ۲۴)

{ترجمہ} ''تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔''

[تفسیر] شریک بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دفعہ ابو محمد اعمش کے مرض الموت میں عیادت کو گئے تھے کہ حضرت ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ اور ابن شیرویہ بھی آ گئے تو ابو حنیفہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور نصیحتاً ان سے کہا: ''اے ابو محمد! خدا سے ڈرو تمہارے لئے آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخر دن ہے اور تم بہت سی حدیثیں ایسی علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں بیان کیا کرتے تھے کہ اگر تم سکوت کرتے تو اچھا تھا۔ یہ سن کر اعمش کو غصّہ آ گیا اور کہنے لگے: ''کیا میرے ایسے آدمی کو ایسی بات کہی جا سکتی ہے۔ مجھے ذرا تکیہ سے لگا کر بٹھا دو۔'' اس کے بعد کہنے لگے: ''مجھ سے ابو المتوکل نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو مجھ سے اور علیؑ سے کہا جائے گا کہ اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کرو اور اپنے دشمنوں کو جہنم واصل کرو اور یہی مطلب ہے خدا کے قول والقیا فی جھنم کل کفار عنید۔ (مسند احمد بن حنبل)

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى۔ (سورۂ نجم/آیت ۱)

{ترجمہ} ''تارے کی قسم جب ٹوٹا۔''

[تفسیر] ابن عباس سے روایت ہے کہ ہم ایک روز بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت رسولؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً ایک ستارہ ٹوٹا یہ دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ یہ ستارہ جس کے گھر میں گرے گا وہی میرے بعد میرا وصی ہوگا۔ یہ سن کر لوگ اس کے دیکھنے کے واسطے اٹھے تو دیکھا وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کے گھر میں گرا تو لوگ گستاخانہ کہنے

لگے یا رسول اللہؐ آپ علیؑ کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دیکھو مناقب ملا ابوالحسن بن مغازلی شافعی اور شرف المصطفیٰ ابو حامد شافعی اور اس کے علاوہ ایک روایت ابن مردویہ، ابو الحمراء اور حبۃ العرفی سے بیان کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے علیؑ بن ابی طالب کے سوا جتنے دروازے مسجد میں تھے سب کے بند کر دینے کا حکم دیا تو یہ لوگوں پر گراں گذرا۔ حبہ کہتے ہیں: میں دیکھ رہا تھا کہ حمزہ بن عبدالمطلب سرخ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے اور ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے چچا کو عمر و ابو بکر اور عباس کو تو تو نکالا اور اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کو جگہ دی اس پر ایک آدمی بول اٹھا اگر رسولؐ نے اپنے چچا زاد بھائی کا درجہ بلند کیا تو لوگوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ یہ خبر حضرت رسولؐ تک پہنچی تو آپ نے سب لوگوں کو نماز کے وقت بلا بھیجا اور منبر پر تشریف لے جا کر ایک ایسا فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کہ لوگوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ جب خطبہ تمام ہو چکا تو فرمایا: ایہا الناس! میں نے نہ اپنے جی سے دروازوں کو بند کیا اور نہ ان کو اپنے جی سے کھولا اور نہ اپنے جی سے تم لوگوں کو نکالا اور نہ اپنے جی سے علیؑ کو جگہ دی ہے۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶، ص ۱۲۲، مطبوعہ مصر)

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ۔ (سورۂ قمر/آیت ۵۴)

{ترجمہ} ''بے شک پرہیزگار لوگ (بہشت کے) باغوں اور نہروں میں۔''

[تفسیر] تفاسیر اہلبیتؑ سے تصریحاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی اگرچہ اکثر مفسرین اہل سنت نے اس کو نہیں لکھا ہے مگر قرآن کی تفسیر قرآن سے ہوتی ہے اور سورۂ قٓ آیت ۲۴ میں القیا فی جھنم کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے کہ بہشت و دوزخ کا اختیار حضرت رسولؐ اور جناب امیرؑ کو دیا گیا ہے۔ وہ جس کو چاہیں بہشت

میں جگہ دیں اور جس کو چاہیں جہنّم میں لے جائیں تو پھر ان صفات کا مستحق ان کے سوا اور کون ہوسکتا ہے اسی وجہ سے علامہ حلی نے اس آیت کو فضائل جناب امیرؑ میں لکھا ہے اور فضل بن روز بہان نے اگرچہ اور چند آیتوں سے انکار کیا ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا۔

❁

وَ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ۔ (سورۂ واقعہ/ آیت ۱۰)

{ترجمہ} ''اور جو آگے بڑھ جانے والے ہیں۔''

[تفسیر] علامہ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سابقین تین ہیں: یوشع بن نون، مومن آل یٰسین اور علی بن ابی طالبؑ، اور دوسری روایت میں یوشع بن نون کی جگہ حزقیل مومن آل فرعون کا نام ہے اور آخر میں ہے کہ علی بن ابی طالبؑ ان سب میں افضل ہیں، دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۵۴، مطبوعۂ مصر، اور اس کو امام فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے۔

❁

وَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ أُوْلٰئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ أَجْرُھُمْ وَ نُوْرُھُمْ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا أُوْلٰئِکَ أَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔

(سورۂ حدید/ آیت ۱۹)

{ترجمہ} ''اور جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقوں اور شہیدوں کے درجے میں ہوں گے ان کے لئے انہی (صدیقوں اور شہیدوں) کا اجر اور انہیں کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ جہنمی ہیں۔''

[تفسیر] امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں

نازل ہوئی۔ اسی بناء پر خود حضرتؑ نے منبر پر فرمایا تھا کہ میں صدیق اکبر ہوں اور علامہ سیوطی نے حضرت کی مدح میں روایت کی ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے آپ ہی رسول اللہ سے مصافحہ کریں گے اور آپ ہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں۔

❁

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَ أَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَأْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَ رُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ إِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔

(سورۂ حدید/ آیت ۲۵)

{ترجمہ} ''ہم نے یقیناً اپنے پیغمبروں کو واضح و روشن معجزے دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور (انصاف کی) ترازو نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم ہی نے لوہے کو نازل کیا جس کے ذریعہ سے سخت لڑائی اور لوگوں کے بہت سے نفع (کی باتیں) ہیں اور تاکہ خدا دیکھ لے کہ بے دیکھے بھالے خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔ بیشک خدا بہت زبردست غالب ہے۔''

[تفسیر] اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد تلوار ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی تلوار ہے جسے خدا نے نازل کیا اور کس کو دیا تو اب ذوالفقار کے سوا کوئی دوسری تلوار اس کا مصداق نہیں ٹھہرتی کیونکہ ذوالفقار جنگ احد میں حضرت علیؑ ہی کے واسطے نازل ہوئی اور اسی کی مدح میں جبرئیل نے لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوْالْفِقَار کی ندا بلند کی تھی اور میں جنگ احد کے ذکر میں بحوالہ طبری نقل کر چکا ہوں اسی کی مؤیدہ وہ روایت ہے جو اہلبیتؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت ذوالفقار ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(سورۂ مجادلہ/آیت ۱۲)

{ترجمہ} ''اے ایماندارو! جب پیغمبر سے کوئی بات کان میں کہنی چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو یہی تمہارے واسطے بہتر اور پاکیزہ بات ہے پس اگر تم کو اس کا مقدور نہ ہو تو بیشک خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

[تفسیر] اصحاب رسولؐ اس کے بہت حریص تھے کہ حضرت رسولؐ سے تخلیہ میں باتیں کریں اور دیکھا دیکھی ہر شخص اسی کا خواہشمند تھا اور اس سے حضرت کو تکلیف الگ ہوتی تھی اور بیچارے غریبوں کو اس کا موقع نہ ملنے سے ان کی دلشکنی الگ۔ آخر خدا کا یہ حکم ہوا کہ جو تخلیہ کرنا چاہے وہ پہلے کچھ صدقہ حاضر کرے۔ اس میں ان دونوں زحمتوں کے دفعیہ کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ اس صدقہ سے غریبوں کا کچھ بھلا ہو جائے۔ غرض یہ حکم ہونا تھا کہ سب تخلیہ کرنے والے الگ ہوئے اور حضرت علیؑ کے سوا سب کے سب دس روز تک حضرت کے پاس بھی نہ آئے مگر حضرت علیؑ باوجود فقر وفاقہ کے روز صدقہ دیتے اور حضرت کے پاس بیٹھ کر بالکل تخلیہ میں علوم کی تعلیم پاتے، راز و نیاز کی باتیں کرتے ے

دوئی ضرور تھی پر ثالثی کا طور نہ تھا
سوائے عاشق و معشوق کوئی اور نہ تھا

یہ فضیلت بھی حضرت علیؑ کے مخصوصات سے ہے اور اس پر عبداللہ ابن عمر رشک کیا کرتے تھے اور خود جناب امیرؑ فخراً فرماتے ہیں کہ قرآن میں ایک ایسی آیت بھی ہے جس پر نہ

میرے قبل کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کرے گا۔ غرض یوں یہ کانا پھوسی رسول سے کم ہوئی اور پھر چندے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (تفسیر کشاف جلد ۳، ص ۱۷۱ مطبوعہ مصر ومدارک زاہدی اور شرح مشکوٰۃ وغیرہ)

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورہ حشر/آیت ۹)

{ترجمہ} ''جو لوگ مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس کی اپنے دلوں میں کچھ غرض نہیں پاتے اور اگرچہ اپنے اوپر تنگی ہی (کیوں نہ) ہو دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کو حرص سے بچا لے گیا تو ایسے لوگ اپنی دلی مرادیں پائیں گے۔''

[تفسیر] ملا ابوالقاسم دمشقی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب امیرؑ نے حضرت سیدہؑ سے دوپہر کا کھانا طلب کیا۔ جناب سیدہؑ نے قسم کھائی کہ گھر میں کچھ نہیں ہے اور حیا کی وجہ سے آپ سے ذکر نہ کر سکیں۔ آپ اسی فکر میں باہر نکلے اور ایک دینار کسی سے قرض لے کر بازار کی طرف چلے دیکھا کہ مقداد باحال پریشان چلے آتے ہیں اور دھوپ کی شدت سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے اور صورت بدل گئی ہے۔ حضرت نے سبب پوچھا تو کہنے لگے اس وقت کچھ نہ پوچھئے اور مجھے جانے دیجئے۔ فرمایا: بھائی تم کو تو یہ مناسب نہیں کہ اپنا حال مجھ سے چھپاؤ۔ تب عرض کی: مولا میں کیا کہوں میرے بچے اس وقت بھوک

سے رو رہے ہیں اور مجھ سے ان کا حال تباہ دیکھا نہیں جاتا۔ اسی پریشانی میں گھر سے نکلا ہوں۔آپ نے فرمایا: اے بھائی جو باعث تمہارے گھر سے نکلنے کا ہے وہی مجھے بھی درپیش ہے مگر میں اپنے اوپر تم کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دینار ان کے حوالے کر دیا اور خود خالی ہاتھ گھر واپس آئے۔ یہاں خدا نے ان کی مدح میں یہ آیت نازل فرمائی اور بہشت سے کھانا بھیجا کہ گھر بھر نے اور محلہ والوں نے بھی کھایا اس کی شان نزول میں اور بھی کئی روایتیں ہیں اور لوگوں نے علماء اہلسنت سے بیان کی ہیں مگر وہ سب جناب امیرؑ ہی کی شان میں ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہم پڑھتے ہیں کہ ایک شخص خدمت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا اور عرض کیا:

''میں بھوکا ہوں۔''

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا:

''میرے گھر سے اس کے لئے کھانا لے آئیں'' لیکن آپ کے گھر میں کھانا نہیں تھا۔اس پر آپؐ نے فرمایا: کون شخص ہے جو آج رات اس شخص کو مہمان رکھے''؟

انصار میں سے ایک شخص نے آمادگی ظاہر کی۔ وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔اس کے گھر میں تھوڑی سی غذا کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور وہ بھی اس کے بچّوں کے لئے تھی۔اس نے زوجہ سے کہا کہ مہمان کے لئے کھانا لے آئے اور چراغ گل کر دے اور جس طرح ممکن ہو بچّوں کو سلا دے۔اس کے بعد بیوی اور شوہر دونوں دسترخوان پر بیٹھ گئے اور بغیر اس کے کھانے میں سے کچھ کھائیں وہ اپنا منہ چلاتے رہے۔مہمان نے خیال کیا کہ وہ بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔اس نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔وہ دونوں میاں بیوی اس رات بھوکے سوئے۔صبح کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔آپؐ ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے۔اور بغیر اس کے کہ وہ کچھ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ بالا آیت کی

تلاوت فرمائی اور ان کے ایثار کی تعریف کی۔ان روایات میں جو طرقِ اہل بیتؑ سے پہنچی ہیں آیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے چھوٹے چھوٹے فرزند میزبان تھے اور جس نے بچّوں کو بھوکا سلا دیا وہ بانوئے اسلام حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔

❁

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ۔

(سورۂ ممتحنہ/آیت ۱)

{ترجمہ} ''اے ایمان دارو اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی کی تمنا میں (گھر سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو اور جو (دین) حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے وہ لوگ انکار کرتے ہیں وہ لوگ رسولؐ کو اور تم کو اس بات پر (گھر سے) نکالتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار خدا پر ایمان لے آئے ہو (اور) تم ہو کہ ان کے پاس چھپ چھپ کے دوستی کا پیغام بھیجتے، حالانکہ تم کچھ بھی چھپا کر یا بالا علان کرتے ہو میں اس سے خوب واقف ہوں اور تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا تو وہ سیدھی راہ سے یقینا بھٹک گیا۔''

ہجرت کے چھٹے سال حضرت رسولؐ کا ارادہ خفیہ طور پر مکہ کا تھا، اور یہ بات صرف خاص خاص لوگوں کو معلوم تھی۔اسی زمانہ میں سارہ، عمر وصیفی کی لونڈی جو مشہور گائن تھی مکہ سے

مدینہ آئی اور پہلے حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے پوچھا: ''تو اسلام کے واسطے یہاں آئی ہے۔'' بولی: ''نہیں۔'' پھر پوچھا: ''کیا ہجرت کے لئے آئی ہے؟ کہا: ''نہیں، بلکہ کھانے کپڑے کے واسطے۔'' آپ نے پوچھا: ''مکّہ والوں سے کیوں نہ مانگا؟'' کہنے لگی: ''جنگ بدر کے بعد کسی نے میرا گانا سنا ہی نہیں۔'' غرض اولاد عبدالمطلب نے کھانا، کپڑا، سواری، روپے دیئے۔ وہ رخصت ہوکر حاطب بن ابی بلتعہ کے پاس پہنچی۔ اس نے ایک خط لکھ کر حوالہ کیا اور اس میں لکھ دیا کہ حضرت کا ایسا ارادہ ہے تم اپنے ہتھیار درست رکھو۔ یہ بات حضرت کو جبرئیل کے ذریعہ معلوم ہوگئی۔ آپ نے جناب امیرؑ مقداد اور عمار کو اس کے پیچھے روانہ کیا۔ راستہ میں اس سے ملاقات ہوئی۔ ہر چند تلاش کیا مگر خط نہ ملا۔ آخر جناب امیرؑ نے فرمایا: ''واللہ رسول دروغ گو نہیں ہیں۔'' اور تلوار لے کر اس کو قتل کی دھمکی دی تو اس نے اپنے سر کے بال سے نکال کر دیا۔ جب یہ خط حضرت کے پاس پہنچا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص نے مکّہ والوں کو خط لکھا ہے۔ اگر وہ اقرار کرے تو خیر، ورنہ وہ رسوا ہوگا۔'' تیسری مرتبہ کہنے کے بعد حاطب اٹھا اور کہنے لگا: ''میں نے لکھا ہے، مگر خدا آگاہ ہے میں نے اسلام کے بعد نفاق اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے رشتہ داروں کے خیال سے ایسا کیا۔ آپ نے حکم دیا اس کو مسجد سے نکال دو۔ غرض لوگ مارتے ہوئے اس کو باہر لے گئے۔ آپ نے پھر واپس بلایا اور توبہ کرائی ان آیات میں اسی قصّہ کی طرف اشارہ ہے۔

❁

یَـا أَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ۔ (سورۂ صف/آیت ۲)

{ترجمہ} ''اے ایمان دارو تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔''

[تفسیر] ایک روز کچھ اصحاب باہم یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ اگر ہمیں معلوم

ہو جائے کہ فلاں عمل خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم اپنے جان و مال سے بھی اس کے کرنے میں دریغ نہ کرتے آیت اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ نازل ہوئی مگر یہی حضرات جو بہت بڑھ بڑھ کے بولتے تھے جنگ احد میں بھاگتے نظر آئے اور حضرت رسولؐ کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ دیا۔ (تفسیر درمنثور جلد ۶، ص ۲۱۳، سطر ۱۷ مطبوعہ مصر) اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ احد کے آخر مرحلہ میں جس میں حضرت رسولؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے آپ کی مدد اور کفار کے ہٹانے میں حضرت علیؑ کے سوا کوئی باقی نہ رہا تھا جس کی تفصیل طبری میں موجود ہے تو حاصل یہ ہوا کہ آیت ''اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ'' کا مصداق حضرت علیؑ کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا غرض جنگ احد میں یہ آیت نازل ہوئی یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے واسطے نازل ہوئی مگر حکم اس کا عام ہے ہر شخص کا فرض ہے کہ جو منہ سے کہے وہ کر دکھائے علماء کو اس کی سب سے زیادہ پابندی کی ضرورت ہے تا کہ یھدی و لا یھتدی کے مصداق نہ بنیں اسی مطلب کو خدا نے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔

❁

قُلۡ یَا أَیُّهَا الَّذِیۡنَ هَادُوۡا إِنۡ زَعَمۡتُمۡ أَنَّکُمۡ أَوۡلِیَاءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ إِنۡ کُنۡتُمۡ صَادِقِیۡنَ۔ (سورۂ جمعہ/آیت ۶)

{ترجمہ} ''(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اے یہودیو اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ہی خدا کے دوست ہو اور لوگ نہیں، تو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو موت کی تمنّا کرو۔''

[تفسیر] یہ بالکل سچ ہے کیونکہ دوستانِ خدا ہمیشہ آخرت کی تمنا کیا کرتے ہیں اور موت کے آرزومند رہتے ہیں کیونکہ یہی ان کی کامیابی کا ذریعہ ہے چنانچہ جناب امیرؑ فرمایا کرتے تھے میں نہیں پروا کرتا کہ موت مجھ پر واقع ہو یا میں موت پر واقع ہوں۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ۔ (سورۂ حاقہ/آیت ۱۲)

{ترجمہ} ''تا کہ ہم اسے تمہارے لئے یادگار بنائیں اور اسے یاد رکھنے والے کان سن کر یاد رکھیں۔''

[تفسیر] سعید بن منصور ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مکحول سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول ؐ نے فرمایا: میں نے خدا سے عرض کی تھی کہ ایسے کان علیؑ کے بنادے اسی وجہ سے حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ جو بات میں نے رسول ؐ سے سنی وہ کبھی نہ بھولا۔ اور ابن جریر، ابن ابی حاتم، واحدی، ابن مردویہ، ابن عساکر اور ابن بخاری نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول ؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا: مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے سے قریب کروں اور دور نہ ہونے دوں اور تم کو تعلیم کروں اور تم یاد رکھو کہ تم کو حق کی قسم یاد رکھنا اسی کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول ؐ اللہ نے فرمایا یا علیؑ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قریب کروں اور تعلیم کروں تا کہ تم یاد رکھو۔'' اسی پر یہ آیت نازل ہوئی اس وقت رسول ؐ اللہ نے فرمایا ''یا علیؑ تو میرے علم کا یاد رکھنے والا کان ہے''۔ (تفسیر درِّ منثور ج ۶، صفحہ ۲۶۰ سطر ۱۱، ۱۷، مطبوعہ مصر)۔

علیؑ کے فضائل میں سے ایک اور فضیلت

بہت سی مشہور اسلامی کتابوں میں، چاہے وہ تفسیر کی ہوں یا حدیث کی، یہ آیا ہے کہ پیغمبر گرامی ؐ نے اوپر والی آیۃ (وتعیھا اذن واعیة) کے نزول کے وقت فرمایا۔

''سألت ربی ان یجعلها اذن علی علیہ السلام''۔

''میں نے خدا سے سوال کیا ہے کہ علیؑ کے کان کو ان سننے والے حقائق کو محفوظ رکھنے

والے کانوں میں سے قرار دے''۔

اس کے بعد امام علیؑ فرماتے تھے:

''ماسمعت من رسول اللہ ﷺ شیئاً قط فنسیته الا و حفظته''

''میں نے رسولِ خدا ؐ سے کوئی چیز نہیں سنی جسے بھول گیا ہوں، بلکہ وہ ہمیشہ میرے حافظہ میں رہی ہے''۔

''غایۃ المرام'' میں اس سلسلہ میں سولہ (۱۶) احادیث شیعہ اور اہلِ سنّت کے طرق سے نقل ہوئی ہیں، اور محدّث بحرانی نے تفسیر 'البرہان' میں محمد بن عبّاس سے نقل کیا ہے کہ اس سلسلہ میں تیس احادیث عامہ اور خاصہ کے طرق سے نقل ہوئی ہیں۔

ہاں یہ اسلام کے عظیم پیشوا اور امام علیؑ کی ایک عظیم فضیلت ہے کہ وہ اسرارِ پیغمبرؐ کے خزینہ اور رسولِ خدا ؐ کے تمام علوم کے وارث ہیں۔ اسی بناء پر آنحضرت ؐ کے بعد ان مشکلات میں جو اسلامی معاشرے کو پیش آتی تھیں، موافق و مخالف سبھی لوگ آپ کی پناہ لیتے، اور آپ سے ہی مشکل کا حل چاہتے تھے۔ یہ واقعاتِ کتبِ تواریخ میں تفصیل کے ساتھ آئے ہیں۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ۔ (سورۂ حاقہ/آیت ۲۴)

{ترجمہ} ''جو کارگزاریاں تم گذشتہ ایام میں کر کے آگے بھیج چکے ہو اس کے صلہ میں مزے سے کھاؤ پیو۔''

[تفسیر] ابن عباس سے روایت ہے کہ اس سے مراد علیؑ بن ابی طالب ہیں۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ۔ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ (سورۂ معارج، آیت ۲)

{ترجمہ} ''ایک مانگنے والے نے کافروں کے لئے ہو کر رہنے والے

عذاب کو مانگا جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

[تفسیر] جب حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ کو غدیر خم میں اپنا خلیفہ نامزد کیا اور یہ خبر اطراف و بلاد میں پھیلی تو حارث بن نعمان فہری مدینہ میں آیا اور اپنے ناقے سے اترا اور باندھ کر حضرت کے پاس پہنچا اور آپ اس وقت اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ یہ آتے ہی بے باکی سے کہنے لگا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم نے توحید کو کہا ہم نے مان لیا۔ اپنی رسالت کو کہا مان لیا، نماز کو کہا پڑھی، روزہ کو کہا رکھا، حج کو کہا کیا، اس پر بھی تم کو چین نہ آیا کہ تم نے اپنے چچازاد بھائی کو ہمارا حاکم بنایا۔ یہ تم نے اپنی طرف سے کیا ہے یا خدا کی طرف سے؟" آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم خدا کی طرف سے۔" یہ سن کر حارث پچھلے پاؤں پلٹا اور کہتا ہوا چلا کہ خداوندا اگر یہ سچ کہتے ہیں، تو تو آسمان سے ایک پتھر یا کوئی عذاب نازل کر۔ ابھی وہ اپنی سواری تک نہ پہنچا تھا کہ ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور اس کے پاخانہ کے مقام سے نکل گیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ثعلبی)

شانِ نزول

بہت سے مفسرین اور محدثین نے ان آیات کی ایک شانِ نزول بیان کی ہے، جس کا ماحصل اس طرح ہے۔

"جب رسولِ خداؐ نے علیؑ کو "غدیر خم" کے دن خلافت پر نصب فرمایا تو ان کے بارے میں یہ ارشاد کیا" مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاه "جس جس کا میں مولیٰ وولی ہوں، اس اس کے علی مولیٰ وولی ہیں"۔ زیادہ دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ یہ بات سارے شہروں اور بستیوں میں پھیل گئی۔ نعمان بن حارث فہری، پیغمبرؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم یہ گواہی دیں کہ خدا واحد و یگانہ ہے اور آپ اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں تو

ہم نے گواہی دی۔ اس کے بعد آپ نے ہمیں۔ جہاد، حج، روزہ، نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہم نے ان سب کو قبول کر لیا لیکن آپ ان سب چیزوں پر راضی نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اس جوان کو (علیؑ کی طرف اشارہ کیا) اپنی جانشینی اور خلافت پر نصب فرمایا اور یہ کہا کہ 'من کنت مولاہ فعلی مولاہ' کیا یہ بات خود آپ نے اپنی طرف سے کہی ہے یا یہ خدا کی جانب سے ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: "قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے، یہ بات خدا کی طرف سے ہے"۔

❁

إِلَّا الْمُصَلِّينَ۔ (سورۂ معارج/آیت ۲۲)

{ترجمہ} "مگر جو لوگ نماز پڑھتے ہیں۔"

[تفسیر] عاصمی نے زین الفتیٰ میں ایک طولانی حدیث جناب امیرؑ سے نقل کی ہے جس کا ایک فقرہ یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں "خدا کی قسم میں نے نہ کبھی کفر کیا اور نہ کبھی کسی چیز پر لالچ کیا"۔ اور جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ انسان بڑا لالچی ہے۔ اس کے بعد پھر کچھ لوگوں کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے خدا کی قسم ہمارے سوا کوئی دوسرا مستثنیٰ نہیں ہے اور یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔

❁

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا۔ (سورۂ نوح/آیت ۱۰)

{ترجمہ} "میں نے ان سے کہا اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا مانگو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔"

[تفسیر] ابن عباسؓ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور عرض کی یا حضرت میں نے بہت گناہ کئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

استغفار کر۔ دوسرے نے کہا: میری زراعت و درخت خشک ہو گئے ہیں۔ فرمایا: استغفار کر۔ تیسرے نے کمی بارش کی شکایت کی۔ فرمایا: استغفار کر۔ چوتھے نے فقر و محتاجی بیان کی۔ فرمایا: استغفار کر۔ پانچویں نے بے اولادی کا شکوہ کیا۔ فرمایا: استغفار کر۔ غرض اسی طرح اور کئی آدمی آئے اور آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا۔ میں نے عرض کی آپ نے مختلف سوالات کا ایک ہی جواب دیا۔ آپؑ نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ہے۔ **فقلت استغفروا ربکم انه کان غفّارا۔**

❁

وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا۔ (سورۂ دہر/آیت ۱۲)

{ترجمہ} ''اور ان کے صبر کے بدلے (بہشت کے) باغ اور ریشم (کی پوشاک) عطا فرمائے گا۔''

[تفسیر] ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسن و حسین علیہما السلام بیمار ہوئے تو حضرت رسولؐ کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو تشریف لائے اور جناب امیرؑ سے فرمایا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے لڑکوں کی صحت کے واسطے نذر کرتے۔ یہ سنتے ہی جناب امیرؑ، فاطمہ زہراؑ اور فضہؑ نے تین تین روزوں کی نذر کی۔ غرض جب دونوں صاحبزادے اچھے ہوئے اور نذر کے پورا کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہیں تھا۔ جناب امیرؑ نے شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لئے۔ جناب سیدہؑ نے ایک صاع جَو پیسا اور پانچ روٹیاں پکائیں شام کو کھانا ہی چاہتے تھے کہ ایک سائل نے آواز دی: السلام علیکم یا اھل بیت محمدؐ، میں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کھانا دو خدا تمہیں جنت کے خوان عطا کرے گا۔ یہ آواز سنتے ہی سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں دے دیں اور فقط پانی پی کر سو رہے۔ اور دوسرے دن پھر روزہ رکھا۔ حسب دستور جناب سیدہؑ نے پھر پانچ روٹیاں پکائیں اور کھانے بیٹھے کہ ایک یتیم نے آواز دی اور سب نے اپنی اپنی

روٹی اس کو دے دی اور صرف پانی سے افطار کیا۔ تیسرے روز پھر روزہ افطار کرنے بیٹھے تھے کہ ایک قیدی نے آواز دی، اور تیسرے دن پھر سب بزرگواروں نے اپنی اپنی روٹی دے دی۔ چوتھے دن صبح کو جناب امیرؑ نے صاحبزادوں کے ہاتھ پکڑے اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب رسولؐ اللہ کی نظر پڑی کہ بھوک کی شدّت سے کانپ رہے ہیں، تو فرمایا میں تم لوگوں کو کس قدر تکلیف کی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر خود اٹھے اور ان کے ساتھ جناب سیدہؑ کے مکان میں آئے تو فاطمہ زہراؑ کو محراب عبادت میں دیکھا کہ ان کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی ہے اور آنکھیں دھنس گئی ہیں۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ کو بہت رنج ہوا۔ یکا یک حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا لیجئے یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو کہ خدا نے یہ سورہ آپؐ کے اہلبیتؑ کی شان میں نازل کیا ہے اور سورہ دہر کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر کشاف جلد سوم، ص ۲۳۹، سطر ۲۹ مطبوعہ مصر) اور اس روایت کو بیضاوی وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

❁

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ۔ (سورۂ نبا/آیت ۲)

{ترجمہ} ''ایک بڑی خبر کا حال۔''

[تفسیر] اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ نباء عظیم (بڑی خبر) سے کیا مراد ہے بعض قیامت، بعض قرآن، بعض علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کو کہتے ہیں، چنانچہ سدی نے حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ جس چیز کا لوگوں سے قبر میں سوال کیا جائے گا وہ علی بن ابی طالبؑ کی ولایت ہے تو کوئی مردہ شرق و غرب خشکی و دریا، میں ایسا نہ ہوگا، جس سے منکر و نکیر مرنے کے بعد علیؑ کی ولایت کا سوال نہ کریں۔ چنانچہ میّت سے پوچھیں گے کہ تیرا دین کیا ہے اور تیرے نبی کون ہیں اور تیرے امام کون ہیں؟ اسی بناء پر عمرو بن عاص نے جس کو جناب امیرؑ سے ایک خاص عداوت تھی مگر حق برزبان جاری شود، حضرت کی شان میں کہا اے **هو النباء**

العظیم و فلک نوح علیہ السلام و باب اللہ و انقطع الخطاب یہی نباءِ عظیم اور نوح کی کشتی اور خدا کے دروازہ ہیں اور خطاب منقطع کیا۔

وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ۔ (سورۂ مطففین/آیت ۳)

{ترجمہ} ''اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو کم دیں۔''

[تفسیر] اسی بناء پر جب جناب امیرؑ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر کوفہ کے بازار میں تشریف لے جاتے تو بلند آواز سے فرماتے، لوگو، خدا سے ڈرو اور انصاف کے ساتھ پوری ناپ تول کرو اور لوگوں کو چیز کم نہ دو، اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو، یہ بھی منقول ہے کہ مدینے کے اکثر تجار اس مرض میں مبتلا اور اس کے عادی تھے، جب یہ سورہ نازل ہوا تو حضرت رسولؐ نے بازار میں جا کر اس سورہ کو ان لوگوں کے سامنے پڑھ دیا۔

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ۔ (سورۂ مطففین/آیت ۳۰)

{ترجمہ} ''اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو ان پر چشمک کرتے تھے۔''

[تفسیر] علامۂ زمخشری نے تفسیر 'کشاف' میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت علیؑ مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے ہو کر گزرے تو ان میں سے جو لوگ منافق تھے مسخرا پن، ہنسی اور باہم چشمکیں کرنے لگے پھر جب اپنے ہم جنسوں کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اجی سنا! آج ہمارے سامنے سے اصلع (جس کے سر پر آگے کی طرف سے بال نہ ہوں) یعنی حضرت امیرؑ گزرے یہ کہہ کر پھر خوب ہنسے اسی وقت قبل اس کے کہ جناب امیرؑ حضرت رسولؐ کے پاس پہنچیں، منافقین کی مذمّت اور جناب امیرؑ کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر کشاف جلد (۱۲) مطبوعہ مصر ۱۲)

وَالشَّاهِدِ وَمَشْهُودٍ۔ (سورۂ بروج/آیت ۳)

{ترجمہ} ''اور قسم ہے گواہ کی اور جس کی گواہی دی جائے گی۔''

[تفسیر] اس میں شدید اختلاف ہے کہ شاہد و مشہود سے کیا مراد ہے؟ حضرت امام حسنؑ سے منقول ہے کہ شاہد حضرت رسولؐ ہیں اور مشہود قیامت۔ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود روز عرفہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ شاہد روز عرفہ ہے اور مشہود روز قیامت۔ ایک روایت میں ہے کہ شاہد حضرت رسولؐ اور مشہود حضرت علیؑ ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ شاہد خدا ہے اور مشہود بندہ۔ اور دوسری حدیث میں اس کے برعکس بعض کا خیال ہے کہ شاہد دسویں ذی الحجہ اور مشہود نویں۔ بعض کا قول ہے کہ شاہد فرشتہ اور مشہود قیامت۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں سے مراد آدمی ہیں۔ بعض نے کہا کہ شاہد یہ امت ہے اور مشہود اگلی امتیں۔ بعض کا قول ہے کہ شاہد انسان کے اعضاء ہیں اور مشہود نفس۔ بعض کہتے ہیں شاہد حجر اسود ہے اور مشہود حج کرنے والے۔ بعض کا خیال ہے کہ شاہد دن رات ہیں اور مشہود آدمی۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہد اور انبیاء ہیں اور مشہود ہمارے نبیؐ۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہد حضرت آدمؑ ہیں اور مشہود ان کی اولاد، بعض شاہد حضرت عیسیٰؑ کو اور مشہود ان کی امت کو کہتے ہیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ (سورۂ شمس/آیت ۱)

{ترجمہ} ''سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی۔''

[تفسیر] ایک روایت میں ہے کہ سورج سے حضرت رسولؐ اور قمر سے جناب امیرؑ مراد ہیں اور رات سے وہ لوگ مراد ہیں جو اہلبیتؑ کے حقوق کو غصب کر کے حاکم بن بیٹھے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ (سورۂ الم نشرح/آیت ۷)

{ترجمہ} ''تو جب تم فارغ ہو جاؤ تو مقرر کر دو۔''

[تفسیر] میں نے جو مطلب گذشتہ صفحہ میں اس سورہ اور اس آیت کا بیان کیا ہے اس کی موید وہ روایت ہے جس کو صاحبِ 'کشاف' نے جلد ۳ صفحہ ۲۸۰ میں ذکر کر کے بدعت فرمایا ہے اور ناصبی کی جنبہ داری میں اعتراض بھی کیا ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ صاحب کشاف کو اپنی ہی تفسیر کے سابق آیات پر جن میں جناب امیرؑ کی وجوب محبت کے قائل ہوئے ہیں نظر نہ پڑی اور نہیں تو ''قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی'' ہی کو دیکھ لیتے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ۔

(سورۂ بیّنہ/آیت ۷)

{ترجمہ} ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں۔''

[تفسیر] ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ جناب امیرؑ سامنے سے نمودار ہوئے حضرت رسولؐ نے دیکھتے ہی فرمایا: ''خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہ اور اس کے شیعہ یقینی قیامت کے دن فائز المرام ہوں گے۔'' اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اس دن سے جب اصحاب رسولؐ حضرت علیؑ کو آتے دیکھتے تو کہتے ''خیر البریہ'' آیا۔ اور ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ 'خیر البریہ' علی ہیں۔ اور ابن عدی نے عباس سے

روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن خوش اور پسندیدہ ہیں۔

(تفسیر درمنثور، جلد ۶ صفحہ ۳۷۹، مطبوعہ مصر)

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ (سورۂ زلزال/آیت ۳)

{ترجمہ} ''اور ایک انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے۔''

[تفسیر] احادیث سے ثابت ہے اور مفسرین کا قول بھی ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ چنانچہ جب آپ کے سامنے یہ سورہ پڑھا گیا تو آپؐ نے فرمایا میں، ہی وہ انسان ہوں جس سے زمین حالات بیان کرے گی۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (سورۂ والعصر/آیت ۲)

{ترجمہ} ''بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے اور آپس میں حق کا حکم، اور صبر کی وصیت کرتے رہے۔''

[تفسیر] ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے اس سورہ میں انسان سے مراد ابوجہل ہے اور ''الذین آمنوا'' سے حضرت علیؑ اور سلمان مراد ہیں۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ (سورۂ کوثر/آیت ۱)

{ترجمہ} ''(اے رسولؐ) ہم نے تم کو کوثر عطا کیا۔''

[تفسیر] علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا: ''اے علیؑ! تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر سیر و سیراب، نورانی صورت ہوں گے اور تمہارے دشمن پیاسے زرد رو وہاں سے نکالے جائیں گے۔'' (صواعق محرقہ آیت ۱۰) کوثر کے معنی خیر کثیر کے بھی ہیں اور چونکہ کفار مکہ حضرت رسولؐ کے بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے طعنہ دیا کرتے تھے اور حضرت کو رنج ہوتا تھا اس کے جواب اور حضرت کی تشفی کے واسطے یہ آیت نازل کی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم کو کثرت سے اولاد عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ اب شاید کوئی مقام ایسا نہیں جہاں آپ کی اولاد یعنی سادات موجود نہ ہوں۔ اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ اور علمائے اہلسنت نے بھی بکثرت نقل کیا ہے کہ خدا نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب میں قرار دی اور میری اولاد علیؑ کی صلب میں۔ (شرح سلم ملامبین بحث آل)

یہ ہیں مولائے کائناتؑ کی شان میں آیات جو تفسیر میں تلاش کی جا سکیں۔ عین ممکن ہے، تفسیروں میں ایسی آیات مبارکہ اور بھی نظر نواز ہوں جو ہماری کاوش پر اضافہ ہوں۔ بہر صورت جو آیات شریفہ مدح و شان جناب امیرؑ میں ملی ہیں یا مل سکتی ہیں ان کی تعداد ہر لحاظ سے اچھی خاصی ہے۔ مذہب اہل سنت کے ایک مشہور عالم اور عربی، فارسی، اردو اور اودھی کے صاحب کمال شاعر مولانا شاہ سید علی حسن احسنؔ جائسی نے اپنے مشہور قصیدے میں فرمایا ہے

کہ سہ صد آیہ نازل شد بشان شوہر زہراؑ

یہ قرآن مجید کو سمجھ کر، خصوصاً تفسیروں کے واسطے سے پڑھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کرنے کو کافی ہیں۔ یہ خیرگی مولا امیر المومنینؑ سے والہانہ نظری و عملی وابستگی اور محبان و فدایان مولائے متقیان کی الفت و مودت میں جلا کا سبب ہو سکتی ہے۔ ؎

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مطبوعات نور ہدایت فاؤنڈیشن

امامباڑہ غفران مآبؒ، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ۔۳
فون: 0522-4062731_0522-2252230
موبائل: 09335996808_09335276180
e-mail: noorehidayat@yahoo.com — noorehidayat@gmail.com
website: www.noorehidayatfoundation.com

۱۔امام زین العابدین کی زندگی— آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی (۲۵ر ستمبر ۲۰۰۳ء)	40/-
۲۔تصور مہدی— آیۃ اللہ شہید سید باقر الصدر علیہ الرحمہ (۳۰ر ستمبر ۲۰۰۳ء)	25/-
۳۔نشان راہ (ہندی) خطیب انقلاب مولانا سید حسن ظفر نقوی، کراچی، پاکستان (جون ۲۰۰۵ء)	45/-
۴۔گلکدۂ مناقب مجموعہ کلام ذاخرؔ، فاطرؔ، گہرؔ، کاملؔ (جولائی ۲۰۰۵ء)	
۵۔علمدار کربلا (ہندی)— شکیل حسن شمسی (اگست ۲۰۰۵ء)	40/-
۶۔ہندوستان میں شیعیت کی تاریخ— علامہ سید محمد باقر شمسؔ (نومبر ۲۰۰۶ء)	30/-
۷۔انسان اعظم علامہ ہندی آیۃ اللہ سید احمد نقوی (دسمبر ۲۰۰۶ء)	100/-
۸۔امیر مختار خطیب انقلاب مولانا سید حسن ظفر نقوی، کراچی، پاکستان (جنوری ۲۰۰۷ء)	120/-
۹۔شیعہ۔سنی سمجھوتہ ادارۂ نور ہدایت فاؤنڈیشن (جون ۲۰۰۷ء)	5/-
۱۰۔محکم آیات ڈاکٹر سید رضا حسین رمزؔ لکھنؤ (نومبر ۲۰۰۷ء)	30/-
۱۱۔صحیفۃ الساجدین مرتبۂ پرنس سرتاج مرزا صاحب (فروری ۲۰۰۸ء)	
۱۲۔صہیونی دہشت گردی— صحافی شکیل حسن شمسی (۲۶ ستمبر ۲۰۰۸ء)	50/-
۱۳۔اسرائیل کا آتنک واد (ہندی)— شکیل حسن شمسی (۲۶ ستمبر ۲۰۰۸ء)	50/-
۱۴۔امام حسینؑ کا سندیش مانوتا کے نام (ہندی) آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی— (۱۰ر جنوری ۲۰۰۹ء)	
۱۵۔اسلامی عقیدے (ہندی) آیۃ اللہ سید مجتبیٰ موسوی لاری مدظلہ العالی (۲۶ جنوری ۲۰۰۹ء)	150/-
۱۶۔کلام زائرہ مجموعۂ کلام مرضیہ شمسی زائرہؔ (جنوری ۲۰۰۹ء)	

۱۷۔آسرا مجموعۂ کلام تنویرؔ نگروری (۱۰رمئی ۲۰۰۹ء) 125/-

۱۸۔دُرنایاب یاور حسین رضوی یاورؔ بہرائچی (۱۶ر ستمبر ۲۰۰۹ء) 10/-

۱۹۔صراط سکون ڈاکٹر سید رضا حسین رمزؔ لکھنؤ (ستمبر ۲۰۰۹ء) 150/-

۲۰۔دعائے کمیل —— ترجمہ مولانا شیخ محسن علی نجفی (اکتوبر ۲۰۰۹ء)

۲۱۔انوار معصومین —— ڈاکٹر نور النساء صاحبہ (نومبر ۲۰۰۹ء) 325/-

۲۲۔نور نعمت —— ڈاکٹر نور النساء صاحبہ (جنوری ۲۰۱۰ء) 100/-

۲۳۔تاثیر عزا (کلام شاعرات خاندان اجتہاد) —— محترمہ مرضیہ شمسی زائرہؔ صاحبہ (جنوری ۲۰۱۱ء) 10/-

۲۴۔کونین کی دولت بنت زہرا نقوی ندیٓ الہندی و تنظیم زہرا نقوی کنیزؔ اکبر پوری (اپریل ۲۰۱۱ء) 20/-

تذکرے

۱۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ اول مطبوعہ اکتوبر ۲۰۰۲ء مطابق ۱۴۲۳ھ 30/-

۲۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ دوم مطبوعہ فروری ۲۰۰۳ء مطابق محرم ۱۴۲۴ھ 30/-

۳۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ سوم مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۴ء مطابق شوال ۱۴۲۵ھ 30/-

۴۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ چہارم مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۵ء مطابق ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ 30/-

۵۔ تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ پنجم مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۶ء مطابق ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ 30/-

۶۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ ششم مطبوعہ نومبر ۲۰۰۷ء مطابق ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ 30/-

۷۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ ہفتم مطبوعہ اکتوبر ۲۰۰۸ء مطابق شوال ۱۴۲۹ھ 30/-

۸۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ ہشتم مطبوعہ اکتوبر ۲۰۰۹ء مطابق شوال ۱۴۳۰ھ 30/-

۹۔تذکرۂ علماء و فقہاء خاندان اجتہاد حصہ نہم مطبوعہ نومبر ۲۰۱۰ء مطابق ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ 30/-

نوٹ: جون ۲۰۱۱ء تک ۷۷ شمارے ماہنامہ ''شعاع عمل'' (ہندی-اردو) کے شائع ہو چکے ہیں